امراض کے متعلق وہ تحقیقات جن کے علم سے یورپ و امریکہ اور روس و چین تا حال بے خبر ہیں۔

کیا بڑھاپا قابلِ علاج ہے؟



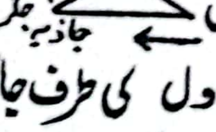
حکیم انقلاب المعالج دوست محمد صابر ملتانی رح

پیش لفظ

استاد محترم حکیم انقلاب جناب دوست محمد صابر ملتانی رح کا مضمون "کیا بڑھاپا قابل علاج ہے" ماہنامہ "رجسٹریشن فرنٹ" فیض باغ لاہور میں فروری ۱۹۶۱ء سے ستمبر ۱۹۷۰ء تک قسط وار شائع ہوتا رہا ہے۔ جس میں آپ نے غدد ناقلہ اور غدد جاذبہ کے متعلق تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور واضح طور پر لکھا ہے کہ غدد ناقلہ کا مرکز جگر ہے اور غدد جاذبہ کا مرکز طحال ہے۔ ہر دو غدد کی بناوٹ وافعال اور ان کے افرازات ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متضاد ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام غدد کا مرکز جگر نہیں ہے جیسا کہ نظریہ مفرد اعضا میں عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ حکیم انقلاب رح نے اپنا نظریۂ مفرد اعضا تین فعلی اعضا، اعصاب، غدد، عضلات پر قائم کیا ہے اور چوتھے مفرد عضو کو بنیادی اعضا میں شمار کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بنیادی انسجہ کو ظہارتی انسجہ لکھتے ہیں اور طحال کو غدد جاذبہ کا مرکز لکھتے ہیں اور جگر کو غدد ناقلہ کا مرکز لکھتے ہیں اور ان کا تعلق قشری انسجہ سے قائم کرتے ہیں۔ گویا ثابت کیا ہے کہ غدد جاذبہ کا تعلق بنیادی انسجہ سے ہے قشری انسجہ سے نہیں ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ غدد جاذبہ چوتھا فعلی عضو ہے جس کا تعلق طحال کے ساتھ ہے جگر کے ساتھ نہیں ہے۔ اس وضاحت کے باوجود بھی اگر آپ چار فعلی اعضا پر نظریہ قائم نہیں کر سکے تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ نظریہ تنجیس کے آخری مراحل میں تھا کہ آپ رحلت فرما گئے۔ لیکن اشارات کر گئے جن کی بنیادوں پر ہم نے نظریۂ مفرد اعضاء کی تکمیل

کی ہے۔ اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نظریہ تین پر مکمل ہے۔ ہمارا چیلنج ہے کہ وہ آج بھی ہمارے ان اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتے جو ہم نے تین کے نظریے پر کئے ہیں۔ ان اعتراضات کو ہم نے "چوتھی سمت" کی صورت میں لکھا ہے طلب کرنے پر ہم سے مل سکتے ہیں۔

نظریۂ مفرد اعضا میں شروع ہی سے تضاد پایا جاتا ہے۔ جس کو ہم نے حکیم انقلابؒ کے سامنے پیش کیا تھا۔ جس پر غور کرنے کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد جیسا کہ اکثر دوستوں کو معلوم ہے ہم کئی ایک مجالس میں آپ کو یاددھانی کراتے رہے ہیں اور آپ کافی غور و فکر کرتے رہے ہیں جس کا ثبوت آپ کے اکثر مضامین سے ملتا ہے۔ مگر افسوس کہ آپ کی زندگی نے وفا نہ کی آپ وفات پا گئے۔ ان کے بعد ہم کئی برس تک ان کے چھوڑے ہوئے اشارات پر تحقیق کرتے رہے اور آخر منزل تک پہنچ گئے۔ جس کے بعد ہم نے اکابرین نظریۂ مفرد اعضاء کو تبادلہ خیالات کی دعوت دی۔ جس کو وہ ہر بار ٹالتے رہے ہیں سب حضرات کو اس کا علم ہے۔ اب ان کی طرف سے ایک حکیم ملتانی ہونے کے ناطے سے ہمارے چند ایک اعتراضات کا جواب ایک مقالہ کی صورت میں لکھ کر بھیجتے ہیں جو انہوں نے آئندہ یوم حکیم انقلاب کے موقعہ پر پڑھنا ہے۔ جس میں ہم کو حکیم انقلابؒ کے نظریے سے منحرف۔ انکی تحقیقات کا غاصب جماعت میں کسی عہدے کا طلبگار اور انکی جماعت کے راستے کا پتھر تک خیال کیا گیا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں نے نظریہ مفرد اعضاء پر برسوں تحقیق کر کے اس میں جو تضاد پایا جاتا تھا اس کا صحیح حل پیش کیا ہے۔ ان کو تو نظریۂ مفرد اعضا کا باغی قرار دیا جا رہا ہے اور جن لوگوں نے اس کا غلط حل پیش کیا ہے ان کو نظریۂ مفرد اعضاء کا محافظ قرار دیا

جا رہا ہے خصوصاً خدّام کا مسئلہ جو ان لوگوں نے گھڑا ہے اور غدد جاذبہ کو طحال کی بجائے جگر کا خادم لکھ رہے ہیں۔ غدد جاذبہ کا مزاج گرم خشک لکھتے ہیں اور یہ کہ صفرا غدد جاذبہ میں پیدا ہوتا ہے یہ سب کچھ غلط ہے استاد محترم نے کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ غدد جاذبہ جگر کے خادم ہیں۔ یا اُن کا مزاج گرم خشک ہے اور وہ صفرا کو پیدا کرتے ہیں اگر وہ یہ ثابت کر دیں کہ حکیم انقلابؒ نے فلاں جگہ پر ایسا لکھا ہے تو ہم منحرف ورنہ منحرف وہ ہونگے جو ان کے لکھے ہوئے سے انحراف کر رہے ہیں کیونکہ ہم ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ حکیم انقلابؒ نے طحال اور غدد جاذبہ کا متعلق سودا کے ساتھ لکھا ہے۔ صفرا کے ساتھ نہیں اور نہ ہی کسی کیمیاوی تجزیہ سے طحال اور غدد جذبہ میں صفرا کا پیدا ہونا ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ہی طحال کے جسم سے نکال دینے سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ طحال اگر جسم میں موجود ہے تو ہماری غرض اس کی موجودگی سے ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کا علاج کیا جائے۔ اور یہ مفروضہ بھی غلط ہے کہ طحال اور غدد جاذبہ کے امراض غدی اعصابی تحریک سے دُور ہو جاتے ہیں ان کی کتابوں میں ان کے امراض کا علاج غدی اعصابی نہیں بلکہ عضلاتی اعصابی یا عضلاتی غدی لکھا ہے جس سے ان کے قول و فعل کا تضاد واضح ہو جاتا ہے بلکہ ان لوگوں نے دوران خون کو بالکل الٹ کر دیا ہے ملاحظہ ہو ان کی تکون دل 

یعنی حکیم انقلاب لکھتے ہیں کہ دوران خون طحال اور غدد جاذبہ سے دل کی طرف جاتا ہے اور ان لوگوں کے نظریئے سے دوران خون دل سے غدد جاذبہ کی طرف جاتا ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ بڑے بڑے مفکر اور علامہ قسم کے لوگ جو ان کے ساتھ شریک ہیں بلا سوچے سمجھے ان کی تائید کرتے ہیں کبھی زحمت گوارا ہی نہیں کی کہ ان کی یہ بات کس

حد تک ٹھیک ہے۔

ہمیں یہ فخر ہے کہ ہم نے حکیم انقلاب[1] کے نظریۂ مفرد اعضا کو قانون فطرت پر قائم کیا ہے اور جگر و طحال کو ان کے اپنے صحیح اور قدرتی مقام پر رکھ کر نظریے کو قانون فطرت کے صحیح اور سائنٹیفک اصولوں پر قائم کیا ہے اور اس نظریے کو ایک قانون کی شکل دی ہے۔ کیونکہ علم و فن طب کی بنیاد قانون فطرت پر قائم ہے اور قانون فطرت ازل سے فطرت کی چار کیفیات پر قائم ہے۔ اس لئے علم و فن طب کی بنیاد چار کیفیات، چار ارکان۔ چار مزاج۔ چار اخلاط چار قسم کے مفرد اعضا اور ان کے چار ہی قسم کے افعال پر قائم ہے۔ اسی قانونِ اربعہ کے تحت ہم قانونِ مفرد اعضا پر کتاب لکھ رہے ہیں جو عنقریب شائع ہو گی۔ جو لوگ قانونِ ثلثہ پر قائم ہیں ان کے لئے حکیم انقلاب[1] نے اپنے مضمون "کیا بڑھاپا قابل علاج ہے؟" میں اشارات کئے ہیں جو ان کے لئے رہنمائی کا باعث ہوں گے اس لئے ہم آپ کے اس مضمون کو اپنے نقطہ نظر کی تائید و تصدیق کے طور پر شائع کر رہے ہیں وہ ہمارے استاد ہیں۔ ہمیں ان پر فخر ہے اور ہماری تحقیقات انہی کی بنیادوں پر ہیں اور یہ ہمیشہ اصول رہا ہے۔ کہ شاگرد استادوں کے فن کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ آپ ہی کا فرمان ہے جس کی ہم نے تعمیل کی ہے۔

خادم فن و اطبا — حکیم رحمت علی راحت

با تائید

معلم تجدید طب — حکیم نور محمد مہروی

مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۵ء فیصل آباد

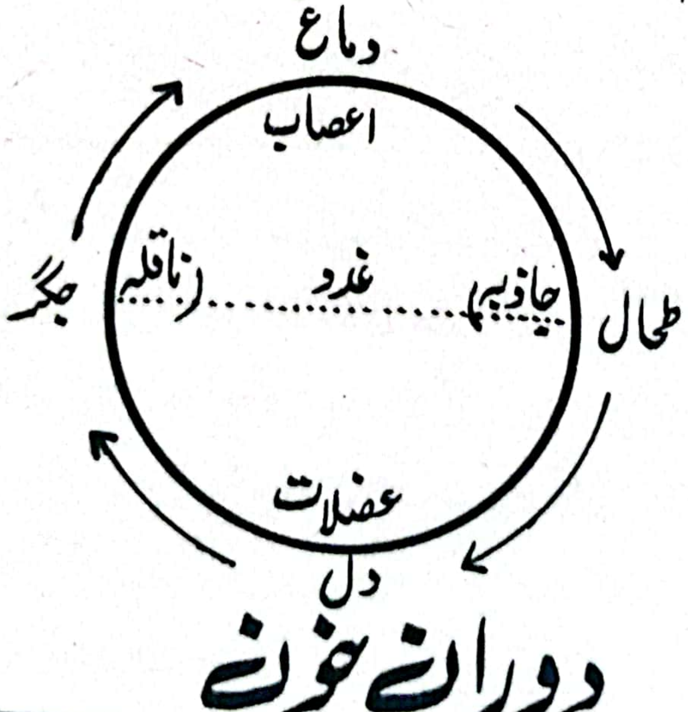
---

[1] خط کشیدہ عبارات پر توجہ فرمائیں۔

قانون مفرد اعضاء

کیفیات اور افعال

خشکی سے تحریک پیدا ہوتی ہے۔ گرمی سے تحلیل پیدا ہوتی ہے۔ تری سے تسکین پیدا ہوتی ہے۔ سردی سے تخدیر پیدا ہوتی ہے قانون فطرت ہے کہ خشکی، گرمی میں۔ گرمی، تری میں۔ تری، سردی میں اور سردی، خشکی میں تبدیل ہوتی ہے اس لئے تخدیر کے مقام پر تحریک دینا علاج ہے دوران خون کے مطابق جس مقام پر تحریک ہو گی اس کے پچھلے مقام پر تحلیل ہو گی۔ اس کے پچھلے مقام پر تسکین ہو گی اور اس کے پچھلے مقام پر تخدیر ہو گی مثلاً اگر دل کے مقام پر تحریک ہو گی تو طحال کے مقام پر تحلیل ہو گی۔ دماغ کے مقام پر تسکین ہو گی اور جگر کے مقام پر تخدیر ہو گی۔



دورانِ خون

مقدمہ

مرض کی عمومی تعریف شیخ الرئیس نے لکھا ہے کہ مرض بدن کی اس حالت کا نام ہے۔ جب اعضائے بدن اور مجاری (راستے) اپنے افعال صحیح طور پر انجام نہ دیں۔ تمام جسم کے اعضاء مجاری یا کوئی ایک صحیح حالت پر نہ ہو۔ بہر حال اس حالت کو مرض کا نام دیا جاتا ہے۔ کسی علامت کو مرض کا درجہ دینا صحیح نہیں ہے۔

ماہیت مرض یہ ایک ایسا علم ہے جس میں ہر مرض کی ماہیت اور ہیئت اس طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ مرض کی ابتدا اس کی شکل و صورت جسم کے اندر اس کی تبدیلیاں (مشینی اعمال) خون کے تغیرات (کیمیاوی افعال) خراب مادوں کی پیدائش (جن میں جراثیم اور تعفن بھی شریک ہیں) اور ان کے انجام کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ اس علم کو انگریزی میں پیتھالوجی کہتے ہیں۔

مشینی افعال جسم کے مشینی افعال سے مراد نظام ہائے جسم و مرکب اعضاء اور مفرد اعضا (انسجہ) کے افعال پر غور کرنا تاکہ ان کے افعال میں جو کمی بیشی اور ضعف پیدا ہوتا ہے وہ حالتیں مدنظر رہیں۔

کیمیاوی اثرات جسم میں کیمیاوی اثرات کے لئے اخلاط و کیفیات کے ساتھ خون کی مخصوص حرارت، خون کے مادی اور ہوائی اجزا اور خون کی رطوبت کی کمی بیشی ان کا گرنا و جذب ہونا

اور تغیرات کا جاننا ضروری ہے۔ تاکہ مشینی افعال کے ساتھ کیمیاوی اثرات کے توازن کا اندازہ کیا جا سکے۔ اس سے ماہیت مرض کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

حقیقت مرض جسم میں مرض اور علامات کے فرق کو معلوم کرنا۔ مرض و کیفیات و اخلاط اور اعضا کا باہمی تعلق جاننا یا مرض کا تعلق مفرد اعضا (انسجہ۔ ٹشوز) کے ساتھ قائم کرنا جیسا کہ ہم نے اپنی تحقیق میں ثابت کیا ہے کہ جب اخلاط مجسم ہو جاتے ہیں تو مفرد اعضا بن جاتے ہیں۔

کیفیات مفرد کیفیات چار ہیں۔ گرمی۔ سردی۔ خشکی۔ تری ہر کیفیت کبھی تنہا نہیں ہوتی۔ ہمیشہ مرکب ہوا کرتی ہے۔ (۱) گرمی خشکی جو آگ کا مزاج ہے (۲) گرمی تری جو ہوا کا مزاج ہے۔ (۳) سردی تری جو پانی کا مزاج ہے (۴) سردی خشکی جو مٹی کا مزاج ہے اس لئے مرکب کیفیات آٹھ شمار ہوتی ہیں۔

اخلاط اخلاط چار ہیں (۱) خون جس کا مزاج گرم تر ہے۔ (۲) صفرا جس کا مزاج گرم خشک ہے۔ (۳) بلغم جس کا مزاج سرد تر ہے۔ (۴) سودا جس کا مزاج سرد خشک ہے۔

اعضائے رئیسہ (۱) دل جس کا مزاج گرم تر ہے (۲) دماغ جس کا مزاج سرد تر ہے (۳) جگر جس کا مزاج گرم خشک ہے۔ (۴) طحال اعضائے رئیسہ میں نہیں ہے اعضائے شریفہ میں ہے اس کا مزاج سرد خشک تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ تمام اپنے مفرد اعضا کے ذریعہ سے آپس میں مرکب ہو کر ترتیب پاتے ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر آئندہ بیان کیا جائیگا

مفرد اعضا فرنگی طب چار اخلاط کو نہیں مانتی۔ لیکن چار ٹشوز

(النسجہ) کو ضرور تسلیم کرتی ہے اور یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ تمام جسم انہی چار قسم کے ٹشوز سے بنا ہوا ہے اور یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ یہی چار ٹشوز (انسجہ) انسانی جسم کے بنیادی اعضا ہیں۔ اور یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اور یہ اختلاف پیدائش و شکل اور عمل میں پایا جاتا ہے۔ یہ ٹشوز درج ذیل ہیں۔

(۱) نروز ٹشوز۔ انسجہ اعصابی (۲) مسکولر ٹشوز۔ انسجہ عضلاتی۔ (۳) ایپتھل ٹشوز۔ انسجہ غدی و غشائے مخاطی (۴) کنکٹو ٹشوز۔ انسجہ الحاقی۔ یہ ٹشوز (انسجہ) سیلز (خلیات) کے مجموعے ہیں۔ ہر سیل (خلیہ) ایک زندہ حیوانی ذرہ ہے۔ اس میں تولد و تنمیہ اور تغذیہ و تصفیہ کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔

طب بھی انہی ٹشوز (انسجہ) کو مفرد اعضا تسلیم کرتی ہے اور وہ بھی ان کو (۱) اعصابی (۲) عضلاتی (۳) کبدی (غدی) کہتی ہے اور انہی سے اعضائے رئیسہ دل و دماغ اور جگر بنتے ہیں۔ ان کا دوسرا نام حیاتی اعضا ہے۔ جن کے عمل سے زندگی قائم ہے (۴) ہڈی و کری وغیرہ ایسے اعضا جن سے جسم کی بنیادیں بنتی ہیں۔ ان کو بنیادی اعضاء کہتے ہیں اور طب یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ جب اخلاط بدن میں مجسم ہوتے ہیں تو پہلے یہی مفرد اعضاء ٹشوز (انسجہ) بنتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ یہی چار اخلاط چار قسم کے مفرد اعضا بناتے ہیں۔ گویا یہ چار قسم کے ٹشوز چار اخلاط سے بنتے ہیں۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ اخلاط چار ہیں اور فرنگی طب جو اخلاط کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس کی تحقیق غلط ہے۔ گویا ٹشوز (انسجہ) یا مفرد اعضا مجسم اخلاط ہیں۔

انہی مفرد اعضاء پر ہم نے تجدید طب اور احیائے فن کی بنیاد رکھی

ہے ۔ اسی قانون سے ہم نے فرنگی طب کو غلط ثابت کیا ہے ۔

حکیم انقلاب صابر ملتانی
(ماخوذ از ماہنامہ رجسٹریشن فروری ۱۹۶۰ء
صفحہ نمبر ۶ ، ۷)

تحقیق و تدقیق اور ریسرچ صرف یورپ و امریکہ اور روس کا ہی حق نہیں ہے

کیا بڑھاپا قابلِ علاج ہے؟

حکیم انقلاب دوست محمد صابر ملتانیؒ

"بڑھاپے کے خلاف جنگ" کے عنوان کے تحت روزنامہ امروز نے اخبار کے پس منظر میں لکھا ہے کہ گذشتہ دنوں سپیٹ نام (نیو برنسوک) میں ایک نوعمر لڑکی مس نارما گیلنٹ "بڑھاپے" کے باعث انتقال کر گئی ہے۔ اس کی عمر دس برس تھی اور ابھی گڑیوں سے کھیلتی تھی۔ مگر دیکھنے میں نوے سال کی بڑھیا دکھائی دیتی تھی۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ متوفیہ پروگیریا کے مرض میں مبتلا تھی۔ جس کے باعث مریض کے اعضا قبل از وقت مضمحل ہو جاتے ہیں اور بڑھاپا طاری ہو جاتا ہے۔ کینیڈا اور امریکہ کے ماہروں نے مریضہ کا معائنہ کیا اور اس کی بیماری کے اسباب اور علاج معلوم کرنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ نارما کا ایک بھائی "رکی" بھی اسی مرض کے باعث گیارہ برس کی عمر میں انتقال کر گیا تھا۔

بڑھاپا کیوں آتا ہے؟ بڑھاپے کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے

موقر روزنامہ لکھتا ہے کہ بڑھاپے کا تعلق عموماً عمر سے قائم کیا جاتا ہے۔ لیکن طبیّ سائنس بڑھاپے میں عمر کے تعلق کو چنداں اہمیت نہیں دیتی اس کے نزدیک دس پندرہ برس کی عمر میں بھی بڑھاپا شروع ہو سکتا ہے اور اس کے آثار نمایاں ہو سکتے ہیں۔ مثلاً بال سفید ہو جائیں۔ کھال خشک ہو کر سکڑ جائے۔ جھریاں ابھر آئیں نسیں لچک سے محروم ہو جائیں۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ جب یہ دس یا پندرہ سالہ بوڑھا پچیس برس کو پہنچے تو ناتوانی کے باعث اس سے چلا تک نہ جا سکے۔ یہ محض مفروضہ نہیں ہر سال اس نوع کے دو تین تو نو عمر بوڑھے ڈاکٹروں کے معائنے میں آ ہی جاتے ہیں۔ بہر طور اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو اسے عام قانون فطرت کے خلاف ہی کہنا چاہیئے۔ کیلے فورنیا یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر رائے والفورڈ کا کہنا ہے جب ایک انسان کے جسم میں کسی دوسرے انسان کے خلیے جراحت کے ذریعے پیوند کر دیئے جائیں تو جسم میں مخالفانہ ردّ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب انسان کہولت کی منزل میں پہنچتا ہے تو اس کے جسم کے بیس خلیے اپنی ہئیت یکسر بدل جانے کے باعث اجنبی بن جاتے ہیں اور جسم انہیں خارج کرنے کے لئے جہد آزما ہوتا ہے جیسے جیسے مسخ شدہ خلیوں کی تعداد بڑھتی ہے جسم کا "احساس ناگواری" بڑھتا جاتا ہے۔ یہ داخلی جنگ اور کشمکش ہی ایک فرد کو بتدریج بوڑھا کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر والفورڈ کا خیال ہے کہ اگر ناگواری پیدا کرنے والے محرکات ختم ہو جائیں تو بڑھاپا رُک سکتا ہے۔ جب ہم بارہ برس کی عمر کو پہنچتے ہیں تو ہمارے جسم میں بمنو کی طاقت اور عام قوت انحطاط پذیر ہو جاتی ہے۔ یہ انحطاط ساری عمر جاری رہتا ہے۔ انحطاط کا یہی عمل بڑھاپے اور موت سے تعبیر ہوتا ہے۔

سائنس دانوں کی توجہ یہ معلوم کرنے پر مرکوز ہے کہ طاقت کا یہ ضیاع

کیوں ہوتا ہے۔ اور آیا ہم اس عمل کو روک سکتے ہیں۔ انسان کے جسم میں دو قسم کے خلیے ہیں۔ ایک وہ جن میں شکست و تعمیر کا عمل جاری رہتا ہے مثلاً جگر اور جلد کے خلیے اور ایک وہ جو اس عمل سے آشنا نہیں ان میں دماغ کے خلیے شامل ہیں۔ البتہ جب تک انسان زندہ رہتا ہے۔ موخر الذکر خلیے بھی زندہ رہتے ہیں۔ بڑھاپے کا ایک امکانی سبب ان خلیوں کا ضیاع ہے جو دوبارہ بن نہیں سکتے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ جو خلیے شکست ہو کر پھر بحال ہو جاتے ہیں، ان میں شکست و ریخت اور تعمیر نو کا عمل بتدریج سست پڑ جاتا ہے۔ تیسرا امکان یہ ہے کہ بڑھاپا خلیوں کی شکست و تعمیر کے عمل میں بتدریجی کمزوری سے نہیں بلکہ جسم کے مردہ اجزاء کے سخت ہو جانے کے باعث آتا ہے۔

انسان کو ہمیشہ کے لئے تندرست اور جوان رکھنے کے لئے دو خطوط پر کام ہو رہا ہے اوّل انسانی جسم کے خلیوں کو تابکاری اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کیونکہ ان اثرات سے شکست و ریخت کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسی خوراک استعمال کی جائے جس میں وہ سب کچھ ہو جو زندگی کی بقا کے لئے لازمی ہے لیکن اس میں جسم کو بڑھانے والے حرارے کم ہوں۔ جب انسان طبعی عمر کو پہنچے تو خوراک میں حراروں کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ بہر طور ابھی یہ مفروضے تجربات کی حدود میں ہیں قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ بڑھاپے کے تدارک کے باب میں ہونے والی کوشش کب بار آور ہو گی۔

بڑھاپا اور اُس کے اسباب

اس عنوان کے تحت جناب حکیم محمدؐ اقبال حسین صاحب ایم اے کراچی نے مسٹر سینفورڈ بینٹ کا ایک اقتباس پیش کیا ہے جو درج ذیل ہے۔ بڑھاپا دراصل ایک بیماری ہے جس میں عمر کے ساتھ ساتھ ہماری شریانوں اور وریدوں کی ساخت

میں فضلات تہ نشین ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے ہماری خون کی نالیوں کی قدرتی لچک ختم ہو جاتی ہے اور ان میں سختی آجاتی ہے۔ چنانچہ بوڑھوں کا طبی امتحان کیا جاتا ہے تو بڑی حد تک ان کی تمام جسمانی گراوٹ کا سبب شریانوں کا سخت اور موٹا پڑ جانا نکلتا ہے۔ خون کی نالیوں میں اس تہ نشین مادے کی مثال ہم ایسے بوائلر کی نالیوں سے دے سکتے ہیں جن میں چونے کی تہ جم جاتی ہے خاص طور پر اس وقت جبکہ اس میں ایسا پانی استعمال کیا جائے جس میں چونا بہت زیادہ شامل ہو۔ ایسے بوائلر کی نالیاں اس تہ نشین چونے کے کھپروں سے بہت جلد تنگ پڑ جاتی ہیں اور ان میں رکاوٹ پیدا ہونے لگتی ہے چنانچہ جب تک ان نالیوں میں سے چونے کے جمے ہوئے کھپرے نہ چھٹائے جائیں ان کی کارکردگی بحال نہیں ہوتی بالکل اسی مثال پر اپنی خون کی نالیوں کی حالت کو قیاس کر لیجئے اس کو طبی اصطلاح میں "تصلب شرائین" یعنی شریانوں کا سخت و بے لچک ہونا کہتے ہیں۔"

"شریانوں کے سخت و بے لچک ہو جانے کی یہ شکایت کبر سنی اور بڑھاپے کے ساتھ آتی ہے اور کسی مرکب دوا یا ہارمون سے رفع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی غذا اس تہ نشین مادہ کا اخراج عمل میں لا سکتی ہیں۔ نظری حیثیت سے گفتگو کی جائے تو یہ مشورہ دیا جا سکتا ہے۔ اس صورت حال کا تدارک اس طرح سے کیا جائے کہ غذا میں وہ چیزیں استعمال نہ کی جائیں جن میں چونا یا کیلشیم ہوتا ہے۔ مگر اس پر عمل پیرا ہونا تقریباً ناممکن ہے اس لئے کہ جن غذاؤں میں کیلشیم اور چونا ہوتا ہے ان میں دوسرے اہم ترین اجزائے غذا بھی پائے جاتے ہیں۔ اب اگر کیلشیم اور چونے کے اجزائے غذا سے بچانے کے لئے آپ نے کسی کو ان غذاؤں کا استعمال ہی ترک کرا دیا تو آپ نے اسے دوسرے اہم

ترین اجزائے غذا سے بھی محروم کر دیا۔ پھر جسم انسانی میں کیلشیم کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اس پرہیز گاری کی صورت میں وہ کس طرح اور کہاں سے فراہم کیا جائے گا۔ اگر آپ نے یہ سمجھ کر کہ خون میں کیلشیم اور چونا زیادہ ہوگا تو وہ شریانوں میں تہ نشین بھی ہوگا۔ بچپن ہی سے ایسی غذا کھلائیں جس میں کیلشیم کم یا بالکل نہیں ہوتا تو ایسے شخص کی نشو و نما رک جائے گی اور اس سے بیماریوں سے کبھی فرصت نہ ہوگی پہلے تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض بھی کرلیں کہ ایسی غذا استعمال کرنے سے جس میں کیلشیم نہ ہو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور ہم یہ بہ فرض محال ایسی غذا فراہم کرانے میں کامیاب ہو جائیں تب بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ شریانوں اور وریدوں میں فقط چونا ہی تہ نشین نہیں ہوتا بلکہ ہماری نسیجوں اور خلیات کی ٹوٹ پھوٹ سے جو کوڑا کرکٹ اور میل کچیل پیدا ہوتا ہے اس کا کچھ حصہ بھی نظام جسمانی میں رہ کر خون کی نالیوں میں جمع ہوتا رہتا ہے"۔

"بڑھاپے کے اسباب پر مزید غور کیا جائے تو خون کی نالیوں کے سخت اور بے لچک ہونے کے علاوہ اس کا ایک اور سبب بھی سامنے آئیگا اور وہ ہے نظام غدود میں اضمحلال و سستی کا پیدا ہو جانا۔ جیسے جیسے ہماری عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ ہمارے ان غدود میں بھی سمیت بیٹھتی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہمارے جسم کے اندر نہ غذا ہی ٹھیک طور پر جذب ہو سکتی ہے اور نہ ہی اخراج فضلات ہی صحیح طریق پر عمل میں آسکتا ہے۔ چنانچہ بڑھاپے میں عموماً انسان اچھی سے اچھی غذا کے باوجود اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس سبب سے اعضائے رئیسہ مثلاً قلب و دماغ و جگر اپنے مقررہ وظائف اچھی طرح انجام دینے سے قاصر رہتے ہیں۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے

خیالات میں الجھاؤ پیدا ہونے لگتا ہے اور عمر کی بڑھوتری کے ساتھ ساتھ ان میں باہمی ربط قائم رکھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ اس صورت حال کی اصلاح نہ اب تک دوا و غذا سے ہوئی ہے نہ آئندہ ہونے کی توقع ہے۔"

جناب حکیم محمد اقبال حسین صاحب ایم اے یہاں ایک سوال پیدا کرتے ہیں کہ "جب نہ کوئی دوا اس کا تدارک کر سکتی ہے اور نہ ہی غذا سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے تو پھر وہ کیا تدابیر ہیں جن سے خون کی نالیوں کا یہ زنگ چھڑایا جا سکتا ہے۔ اور نظام غدد کے اضمحلال و سستی کو دور کر کے استحالہ غذا کو درست کیا جا سکتا ہے تاکہ بڑھاپے کے ان بنیادی اسباب کو رفع کر کے اس کی آمد کو زیادہ سے زیادہ عرصہ تک موخر کیا جا سکے۔ بہرحال اس سوال کا جواب بھی مسٹر بینیٹ کے اپنے الفاظ ہی میں ملاحظہ فرمائیں۔ وہ کہتے ہیں۔" یہ کام دواؤں کے ذریعے کبھی بھی انجام نہیں پا سکتا۔ اس کا صحیح طریقہ تو قدرت ہی نے بتایا ہے اور وہ ہے عضلاتی حرکات یعنی نظام جسمانی کے ہر عضلہ پر تناؤ اور ڈھیل کا عمل کر کے شریانوں، وریدوں اور غدود میں جو فضلات جمع ہیں ان کو خارج کر دیا جائے۔ دراصل اسی ایک نکتہ میں اعادہ شباب اور درازی عمر کا راز پوشیدہ ہے۔" اس کی تشریح حکیم صاحب موصوف یوں کرتے ہیں۔

تناؤ اور ڈھیل کے اس عمل سے عضلات میں نمو اور ترقی ہوتی ہے۔ ان کی قوت اور لچک میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور آخر کار وہ جوان ہو جاتے ہیں۔ پھر چونکہ تمام عضلات اور اعضائے جسم باہمہ دیگر ایک دوسرے سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے خون کی نالیوں اور نظام غدد میں جو فاسد مادہ جمع ہو جاتا ہے وہ ان عضلاتی حرکات کے ذریعے بالکل اسی طرح خارج ہو جاتا ہے جیسے

طرح پانی کے نل یا اسی طرح کی کسی ٹیوب میں کوڑا کرکٹ جمع ہو جانے کی صورت میں آپ ہوا بھرنے کے سبب سے ہوا کا دباؤ ڈال کر صاف کر دیتے ہیں۔ ان عضلات کی حرکات سے آپ کا نظام دافع (ایمونیو سسٹم) مستقل طور پر کھل جائے گا اور ناسد مادوں کا اجتماع کبھی بھی نظام جسمانی میں نہیں ہو پائے گا نیز اس کے ساتھ ہی عضلات سے ملحق جو غدد اور اعضا ہوں گے وہ تحریک پا کر تر و تازہ ہو جائیں گے۔ الغرض تمام نظام جسمانی کے عضلات شرائین اور غدد کے نظام پر تناؤ اور ڈھیل کا نہایت ہی خوشگوار اثر مرتب ہوگا۔ چند ہی ماہ میں اس کے نتیجہ میں نمایاں طور پر چہرے اور دوسرے اعضائے جسمانی پر جوانی اور شباب ظاہر ہونے لگیں گے۔

یہاں پر پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف عضلات پر تناؤ اور ڈھیل سے جوانی و قوت اور صحت لوٹ آئے گی اور شرائین کی سختی خلیات کی دوبارہ پیدائش اور خون میں کیمیاوی اجزاء کا مکمل ہونا پورا ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ سب تحریکات بغیر خون کے پیدا نہیں ہو سکتیں جو غذا ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔

بڑھاپے کی علامات

بڑھاپے کی علامات تین قسم کی ہیں۔ (۱) ظاہری علامات (۲) باطنی علامات (۳) نفسیاتی علامات

۱۔ ظاہری علامات میں صحت بگڑ جاتی ہے۔ قوت میں کمزوری آ جاتی ہے اور جوانی بڑھاپے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جس سے چہرے پر جھریاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ گالوں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ دانت گر جاتے ہیں۔ بال سفید ہو جاتے ہیں اور رنگ بگڑ جاتا ہے۔

...اطنی علامات میں یہ امر تحقیق ہو چکا ہے کہ جسم کی شرائن میں سختی پیدا ہو جاتی ...جسم کے عضلات (گوشت) سخت ہو جاتے ہیں۔ غلیات جسم کے نشو و ارتقا... ...بیاں اور توڑ پھوڑ شروع ہو جاتا ہے۔ دوران خون میں فرق پڑ جاتا ہے ...کے کیمیاوی اجزا میں کمی بیشی پیدا ہو جاتی ہے۔

...سیانی علامات میں جذبات میں تیزی خصوصاً غصے میں زیادتی۔ طبیعت کے ...برداشت کم ہو جاتی ہے۔ ضد بڑھ جاتی ہے۔ گویا بچپن لوٹ آتا ہے اور ...آدمی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عام آدمی سے بالکل بدل گیا ہے۔

...زاروں سالوں سے لے کر اس زمانے تک جب کہ سائنس کا دور ہے۔ ...ہری علامات دراصل باطنی علامات کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اس ...ب تک باطنی علامات کو روکا یا ختم نہیں کیا جائیگا یا ان کو علاج سے ...ں کیا جائے گا اس وقت تک نہ ظاہری علامات رک سکتی ہیں اور نہ ...نی علامات میں اعتدال پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے بڑھاپے کی روک ...علاج کی صورت میں پہلے اس کی باطنی علامات کو روکنا پڑے گا۔ اس ...انہی علامات کی حقیقت کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔

...الشرائن شریانوں میں سختی سے مراد یہ ہے کہ اس کی دیواروں میں ایک خاص قسم کا مادہ جمنا شروع ہو جاتا ہے جس ...رفتہ اضافہ ہونے سے اس کی تہ موٹی ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں چونے ...کا اضافہ ہونے لگتا ہے جس سے شریانوں کے اندر دوران خون کے ...رکاوٹ پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور یہ گنجائش کم سے کم تر ہوتی ...۔ اس رکاوٹ سے خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے جس کو فرنگی طب کی اصطلاح ...بلڈ پریشر کہتے ہیں

شریانوں میں اس مادہ کے متعلق پہلے کوئی علم نہیں تھا کیا کیا شے ہے۔ جو تہ نشین ہو کر ان پر جم جاتا ہے۔ جب سائنسدانوں نے اس مادے کے متعلق تحقیق کی تو انہوں نے بتایا کہ اس مادہ کو کول سٹرول کہتے ہیں۔

کول سٹرول کیا ہے؟

کول سٹرول کے متعلق کتاب "بڑھاپا اور اس کا سدباب" میں درج ہے۔ ماہرین طب کے درمیان اس کے حقیقی سبب کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے بعض کا خیال ہے کہ غذا میں کولی سٹرول کی زیادتی اس کا باعث ہے۔ کول سٹرول ایک شحمی و روغنی مادہ ہوتا ہے جو جانوروں کے گوشت کی چربی، مارگرین پنیر، بناسپتی گھی، دودھ، مکھن وغیرہ میں پایا جاتا ہے اور یہ چیزیں جب زیادہ استعمال ہوتی ہیں تو کول سٹرول ہماری شریانوں میں بیٹھنے لگتا ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ جسم میں کول سٹرول کی مقدار کوئی اہمیت نہیں رکھتی بلکہ اہم چیز یہ ہے نظام جسمانی کول سٹرول کو کس طرح کام میں لاتا ہے۔ اس لئے کہ بعض لوگوں کی شریانوں میں کول سٹرول کی تہ جمتی ہے اور بعض لوگوں کی شریانوں میں اس کے باوجود کہ وہ روغنی اجزا زیادہ کھاتے ہیں مگر کول سٹرول نہیں جمتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ ایک شخص کے استحالہ غذا (میٹابولزم) کا ہے یعنی کسی خاص وجہ سے جتنا کول سٹرول بھی اس کے جسم میں موجود ہوتا ہے اُسے جسم اپنے کام میں لے لیتا ہے اور شریانوں میں اس کے جمع ہونے کا مسئلہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔

بہرحال اس سے اتنی بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ شریانوں میں سختی کی پیدائش کے اسباب میں کسی نہ کسی طرح کول سٹرول کو دخل ضرور ہے۔ جب یہ بات ہے تو ہمیں کول سٹرول کے متعلق یہ جاننا چاہیئے کہ یہ کیا ہے۔ اور

نظام جسم میں اس کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔

کول سٹرول کے متعلق جدید تحقیق یہ ہے کہ یہ تغذیہ اور استحالہ غذا میں نہایت اہم پارٹ ادا کرتا ہے یعنی یہ وٹا من ڈی، جنسی ہارمونز کلاہ گردہ کے ہارمونز کی پیدائش کے علاوہ صفراوی نمکیات کی پیدائش کا بھی ذمہ دار ہے جو روغنی اجزاء غذا کو ہضم کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے خود ہمارا جگر ۲۰۰ ملی گرام یومیہ کول سٹرول بناتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض غذاؤں سے بھی کول سٹرول ہمارے جسم کو ملتا ہے۔

چونکہ امریکہ میں قلب کے عوارض اور سقوط قلب (ہارٹ فیلور) کی وجہ سے زیادہ اموات واقع ہوتی ہیں اس لئے کول سٹرول پر سب سے زیادہ کام بھی وہیں ہوا ہے۔ گزشتہ سال ٹائم میں ڈاکٹر اینل کا ایک مضمون کول سٹرول پر شائع ہوا تھا۔ موصوف نے یورپ کے تمام ملکوں کا دورہ کر کے اور وہاں کے باشندوں کی غذاؤں کا مطالعہ کر کے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ جن ممالک میں پھلوں اور سبزیوں کا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ وہاں کے لوگ قلبی عوارض میں بہت کم مبتلا ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ کول سٹرول کی زیادہ مقدار کا بدرقہ پیکٹن ہے اور پیکٹن سیب میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جو شخص دو سیب یومیہ کھائے گا۔ اس میں کول سٹرول کی زیادتی کبھی نہ ہوگی۔ ڈاکٹر اینل کے اس دعویٰ کا بھی یہی حشر ہوا کہ کچھ نے تسلیم کیا اور کچھ نے تسلیم نہ کیا۔

تحقیق کے دوسرے گروپ نے یہ دعویٰ کیا کہ کول سٹرول کا مسئلہ استحالہ غذا میں خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جن غذاؤں میں قدرت نے کول سٹرول پیدا کیا ہے۔ ان ہی میں ان کا بدرقہ یسی تھین پیدا کیا ہے۔ جب ہم ان روغنی اجزاء

کو صاف کرتے ہیں اور ان میں سے ہائیڈروجن گذار کر گھی اور مکھن کی طرح بنالیتے ہیں۔ جیسے بنولے اور سرسوں کے تیل سے وناسپتی گھی بنالیا جاتا ہے۔ اس وقت ان میں سے لیسی تھین ضائع ہو جاتا ہے اور کول سٹرول باقی رہتا ہے۔ چنانچہ جب ان روغنی غذاؤں کو استعمال کیا جاتا ہے تو کول سٹرول تو نظام جسمانی میں پہنچ جاتا ہے لیکن اس کا بدرقہ نہیں پہنچتا۔ اس صورت میں کول سٹرول ہماری شریانوں میں جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ بازاری کیک پیسٹریاں یا ڈبوں کے مکھن وغیرہ بھی اسی زمرہ میں شمار ہوتے ہیں جن میں محض کول سٹرول ہوتا ہے اور اس کا بدرقہ لیسی تھین نہیں ہوتا۔ لیسی تھین دراصل زردی مائل موم کی مانند ایک قسم کا مادہ ہوتا ہے جسے مصنوعی طور پر انڈے کی زردی سے بھی تیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر اسے جوہر زردی بیضہ بھی کہا جاتا ہے۔

ان قدرتی غذاؤں میں یہ جوہر موجود ہوتا ہے جنہیں مصنوعی طریق پر بہتر اور صاف کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ مثلاً سرسوں، تلوں، بنولہ اور زیتون کے تیل، انڈا، بادام اور دیگر مغزیات خالص گیہوں کا وہ آٹا جسے میدہ بنا لیا گیا ہو بلکہ وہ بے چھنا آٹا ہی ہو۔ اس کے اگر کیک پیسٹریاں بھی بنائی جائیں تو ان میں لیسی تھین موجود ہوگا۔ گوشت، جگر، دل اور گردے میں لیسی تھین پایا جاتا ہے۔

ان محققین کی اختلاف رائے کے باوجود ان سب میں مشترک ہے اور وہ ہے غذاؤں کا ایسی حالت میں استعمال کرنا جب کہ ان میں بہت زیادہ تصرف نہ کیا گیا ہو۔ زیادہ سے زیادہ ان کا قدرتی حالت میں استعمال اس بات کی ضمانت ہے کہ کول سٹرول بڑھاپے میں بھی تکلیف دہ ثابت نہیں ہوگا۔ اور شریانوں میں اتنا شدید تصلّب نہ ہوگا کہ خون کا

دباؤ بڑھ جائے۔

شریانوں کی سختی کا باعث کول سٹرول قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی تحقیق کیا گیا ہے کہ کول سٹرول کا نقصان اسی صورت میں ہوتا ہے۔ جب کہ اس کے بدرکات اس کے ساتھ نہ ہوں۔ وہ بدرقات پیکٹن اور لیسی تھین کو قرار دیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اگر غذا میں یہ بدرقات پائے جائیں تو کول سٹرول اور کیلشیم وغیرہ شریانوں میں جم کر ان کو سخت نہیں کر سکتے۔ اس طرح بہت حد تک بڑھاپے کو روکا جا سکتا ہے۔

بڑھاپا اور ساخت جسم

بڑھاپے کے اسباب میں دوسرا سبب جسم کی ساخت ہے۔ اس ساخت سے جسم کے مختلف اعضا بنتے ہیں۔ یہ اعضا جسم کے پرزے ہیں جن سے جسم کی مشینری چلتی ہے۔ جسم کی مشینری اور اس کے پرزے جو مختلف اجزا سے مل کر بنتے ہیں یہ اجزا بافت وساخت اور انسجہ و ریشے کہلاتے ہیں۔ جس کو انگریزی میں ٹشوز کہتے ہیں۔ ہر ایک بافت یا ریشہ بہت سے مفرد اجزا سے مل کر بنتی ہے جنہیں حیوانی ذرہ اور کیسہ (CELL) کہتے ہیں۔

ہر جاندار شے خواہ حیوان ہو یا نباتات اس کی زندگی کی ابتدا ایک مفرد کیسے سے ہوتی ہے۔ بعض جانور اور پودے اپنی ساری زندگی ایک کیسے والے جانور یا پودے کی صورت میں گزار دیتے ہیں امیبا مفرد کیسے والے جانور کی اور بکٹیریا مفرد کیسہ والے پودے کی مثالیں ہیں۔ یہ مفرد کیسے والے جانور یا پودے زندگی کے تمام افعال انجام دیتے ہیں۔ یعنی وہ بڑھتے ہیں۔ اپنی تعداد بڑھاتے ہیں اور خوراک ہضم کرتے ہیں اسی طرح کے مفرد کیسے سے ہمارے جسم کی ابتدا ہوتی ہے اور ابتدا بھی ایک مفرد کیسے سے ہوتی ہے۔ یہی مفرد کیسہ جسے دوسرے کیسوں کی ماں کہا

جا سکتا ہے۔ ابتدا میں زندگی کے کل کام انجام دیتا ہے۔ یہ جلد جلد اپنی تعداد بڑھاتا جاتا ہے اور اپنے جیسے اور کئی کیسے بنا لیتا ہے۔ یہ تمام کیسے شروع میں ایک جیسا کام کرتے ہیں اور ایک جیسے ہی نظر آتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد اپنی اپنی ضروریات اور کام کے مطابق مختلف اشکال میں تقسیم ہو کر مختلف افعال انجام دیتے ہیں۔

ظاہر میں ہر جاندار کا جسم گوشت و پوست اور اعصاب و غدد کا مجموعہ نظر آتا ہے مگر حقیقت میں یہ جسم اور اس کا ہر حصہ نہایت باریک کروڑہا خلیات (حیوانی ذرات) کا مجموعہ ہے ابتدا میں یہ ایک خلیہ بنتا ہے پھر یہی خلیہ اپنے اصول پر تقسیم در تقسیم ہو کر جسم بننا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ شکم مادر میں ہی وہ نشو و نما پا کر اپنی ساخت کے اعتبار سے ایک مکمل نظام جسمانی بن جاتا ہے۔ یہ خلیات ہمیشہ زندہ نہیں رہتے۔ ان کی طبعی عمر بہت مختصر ہوتی ہے جب وہ اپنی مختصر طبعی مدت پوری کر لیتے ہیں تو مر جاتے ہیں جس طرح ہر جاندار اپنی طبعی عمر کو پہنچ کر مر جاتا ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ ہماری ہر حرکت کے نتیجہ میں سینکڑوں اور ہزاروں خلیات کی ٹوٹ پھوٹ عمل میں آتی رہتی ہے۔ اسی طرح یہ لمحہ بہ لمحہ پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد یہ خلیات اپنے مقامات سے جدا ہو کر خون میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ پھر وہاں سے فضلات کے ذریعے پیشاب و پاخانہ اور پسینہ و سانس کی شکل میں اخراج پاتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر ہماری غذائی خرابیوں اور رہن سہن کی بے اعتدالیوں سے ان کا اخراج عمل میں نہ آئے تو ان ٹوٹے پھوٹے خلیات کا فضلہ بھی خون کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے اور اگر زیادہ عرصہ تک اس کا اخراج عمل

نہ آئے تو اس کا مادہ بھی خون کی نالیوں میں بیٹھ کر ان کی سختی اور صلابت کا باعث ہو سکتا ہے۔ خلیات کی پیدائش ٹوٹ پھوٹ اور موت کو سمجھنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خلیہ کے متعلق پورے طور پر آگاہی ہو جانی چاہیئے کیونکہ خرابی اور فساد کا آغاز خلیہ سے ہوتا ہے۔

تعریف خلیہ خلیہ کو کیسہ (سیل) بھی کہتے ہیں۔ یہ انتہائی چھوٹا حیوانی ذرہ ہوتا ہے۔ یہ جسامت کے لحاظ سے مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ بعض خلیے اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں جو بغیر خورد بین کے نظر نہیں آسکتے۔ ان خلیات کی جسامت کا اندازہ اس طرح لگا سکتے ہیں کہ ایک انچ لمبی قطار میں ایک سو سے لے کر چھ ہزار تک آجاتے ہیں۔ یہی خلیات جب باہم مل کر جاتے ہیں تو اس ساخت اور بافت کو نسیج (ٹشو) کہتے ہیں۔ یہ نسیج کل چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ان ہی پر جسم کی بنیاد ہے۔

خلیہ کی ترتیب ساخت خلیہ کی ساخت کو کم از کم چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (۱) خلیہ کی جھلی (۲) مادہ حیات (۳) جوہر حیات (۴) مرکز حیات۔ جن کی تشریح درج ذیل ہے

۱۔ خلیہ کی جھلی یہ ایک نہایت چھوٹی سی جالیدار جھلی ہوتی ہے جس کی ساخت میں باہر کی طرف ایک شفاف حجابی جھلی ہوتی ہے۔ یہ جھلی باریک ریشوں کی بنی ہوتی ہے جن کے اندر ایک خاص قسم کی رطوبت ہوتی ہے اور جھلی کے اندر جو رطوبت ہوتی ہے اس کو مادہ حیات (پروٹوپلازم) کہتے ہیں۔

۲۔ مادہ حیات ایک رقیق و لعابدار اور سفید شفاف رطوبت ہوتی

ہے جو خلیہ کی تھیلی میں بھری رہتی ہے۔ اس کو مادہ حیات (پروٹوپلازم) کہتے ہیں۔ اس میں زندگی کے تمام لوازم پائے جاتے ہیں۔ یعنی اس میں نشوو ارتقا اور توالد و تناسل کے ساتھ تنمیہ و تسنیہ اور تنیم کے تمام اعمال کی قوت ہوتی ہے۔ یعنی زندہ رہتا ہے۔ بڑھتا ہے۔ سانس لیتا ہے۔ غذا جذب کرتا ہے اور اپنی مثل پیدا کرتا ہے۔ اس کے اندر ایک گٹھلی ہوتی ہے۔ اس کو جوہر حیات (نیوکلی الیس) کہتے ہیں۔ اس کو جوہر حیات اس لئے کہتے ہیں کہ مادہ حیات کی زندگی کا دارومدار اسی جوہر حیات پر ہوتا ہے۔

۳۔ جوہر حیات ایک گٹھلی کی طرح گول دانہ ہوتا ہے جو خلیہ کے مادہ حیات میں پائی جاتی ہے۔ جس کو جوہر حیات (نیوکلی الیس) کہتے ہیں۔ اس گٹھلی پر بھی ایک جالیدار جھلی چڑھی ہوتی ہے اس جالیدار جھلی کے ریشوں میں بھی رطوبت بھری ہوتی ہے اور جھلی کے اندر بھی رطوبت ہوتی ہے۔ زندگی کا دارومدار بھی اسی طرح جوہر حیات کو سمجھا جاتا ہے تجربتاً جب کسی خلیے کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ پھر جس حصے میں جوہر حیات ہوگا وہ زندہ رہے گا اور بڑھ کر پورا خلیہ بن جائے گا۔ لیکن دوسرا حصہ جس میں جوہر حیات نہیں وہ مر جائے گا۔ اس جوہر کے اندر بھی ایک نقطہ ہوتا ہے جس کو مرکز حیات کہتے ہیں۔

۴۔ مرکز حیات جوہر حیات کے اندر ایک نقطہ سا ہوتا ہے۔ اس کو مرکز حیات (نیوکلی الیس) کہتے ہیں۔ بعض خلیات میں یہ مرکز حیات نہیں ہوتا۔ بہر حال اس میں بھی زندگی ہوتی ہے۔ اس طرح خلیہ کی زندگی کا عمل جاری رہتا ہے۔

حقیقت خُلیہ

خلیہ (سیل) ایک ایسا حیوانی ذرہ ہے جس کو انسانی جسم کی ایک ایسی اینٹ کہنا چاہیئے جس کے مرکز میں جوہرِ حیات ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس میں طبعی و عنصری اور کیمیاوی و حیاتی افعال مکمل طور پر پورے ہوتے ہیں۔ یعنی تغذیہ و تسنیم اور تسفیہ اور تنمیہ کے اعمال کے ساتھ اس میں نشوو ارتقاء اور توالد و تناسل کی قوت ہوتی ہے۔ یعنی زندہ رہتا ہے۔ غذا حاصل کرتا ہے، بڑھتا ہے، اپنے فضلات خارج کرتا ہے نسیم جذب کرتا ہے، بڑھ کر اپنے کمال تک پہنچتا ہے اور اپنا مثل پیدا کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس طرح سمجھ لیں کہ زندگی کے تمام لوازم قوت و حرارت اور رطوبت اس میں پائے جاتے ہیں اور ضرورت کے مطابق بڑھتے گھٹتے رہتے ہیں۔ اس لئے خلیہ کو حیوانی ذرّہ کہتے ہیں اور انسان و حیوان بلکہ پودے انہی حیوانی ذروں کے مرکب ہیں۔ ان کا بگاڑ ہی صحت کے بگاڑ کا باعث ہے

خلیات کی نشوونما اور باہمی تعلق

خلیات کی نشوونما کی جو صورتیں ہیں تقریباً باہمی تعلق اور ملاپ کی بھی وہی صورتیں ہیں۔ یہ تین صورتیں ہیں (۱) نوک در نوک (۲) شاخ در شاخ اور (۳) پہلو بہ پہلو، جن کا طریق کار درج ذیل ہے۔

۱۔ نوک در نوک

جو خلیے نوک در نوک ملتے ہیں وہ باہم تقسیم در تقسیم ہوتے ہیں یعنی ایک خلیہ مع اپنی تھیلی اور جوہرِ حیات کے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے پھر دو کے چار اور چار کے آٹھ تقسیم در تقسیم ہو کر بے شمار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح نوک در نوک آپس میں مل کر ریشے بناتے ہیں جن سے عضلات وغیرہ بنتے ہیں۔

شاخ در شاخ خلیہ کے جسم سے چھوٹی چھوٹی شاخیں نکلتی ہیں۔ پھر خود مکمل ہو کر ایک خلیہ بن جاتی ہیں اور اس خلیہ سے الگ ہو جاتی ہیں اور پھر خود علیحدہ خلیہ بن کر شاخوں کے ذریعے باہم ملتی ہیں اس طریقے سے الحاقی اور عصبی خلیے باہم ملتے ہیں۔

۴۔ پہلو بہ پہلو اس طریقے سے ملنے والے خلیے غلاف کے اندر ہی تیار ہوتے ہیں۔ جو ہر حیات کئی حصوں میں تقسیم ہو کر ہر حصّہ خود ایک خلیہ بن جاتا ہے۔ جب یہ مکمل ہو جاتے ہیں تو غلاف خلیہ پھٹ جاتا ہے اور وہ باہر آتے ہیں اور پہلو بہ پہلو مل کر جھلیاں بناتے ہیں۔

انسجہ خلیات کے باہم ملنے سے انسان کے مختلف اعضاء بنتے ہیں۔ گویا تمام جسم بے شمار خلیات کا مجموعہ ہے۔ اعضائے جسم بننے سے قبل ان خلیات کے باہم ملنے وجڑنے اور تعلق سے ایک خاص قسم کی ساخت اور بافت بنتی ہے ان کی اس قسم کی ساخت اور بافت کو نسیج کہتے ہیں جن کی جمع انسجہ ہے۔ یہ انسجہ ہی اعضاء بناتے ہیں۔ ان انسجہ یا اعضائے جسم کے افعال و فوائد وہی ہیں جو ان خلیات کے ہیں جن کے وہ مجموعے ہیں۔ انہی انسجہ کو انگریزی میں ٹشوز کہتے ہیں۔ یہی انسجہ (ٹشوز) یعنی خلیات کے مجموعے کی ساخت اور بافت دراصل جسم کے اعضائے مفردہ ہیں بالکل اسی طرح جیسے ایک بافندہ اپنے کپڑے کی بافت اور ساخت بناتا ہے۔ اس میں مختلف رنگ کے دھاگے ہوتے ہیں۔ ہر رنگ کے دھاگے کو ایک قسم کی جدا بافت و ساخت خیال کر لینا چاہیئے۔ ہر رنگ سے جس قدر کپڑا بنتا ہے وہ اس کی ساخت (انسجہ، ٹشو) ہے۔

اقسام انسجہ | یہ انسجہ (ٹشوز) چار قسم کے ہوتے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں
۱۔ لحمی انسجہ (مسکولر ٹشوز) ان سے جسم کے عضلات تیار
ہوتے ہیں۔
۲۔ عصبی انسجہ (نروز ٹشوز) ان سے اعصاب جسم تیار ہوتے ہیں۔
۳۔ قشری انسجہ (اپی تھل ٹشوز) ان سے جسم کی جھلیاں اور غدد بنتے ہیں
۴۔ الحماتی انسجہ (کنکٹو ٹشوز) ان سے جسم کی بھرتی ہوتی ہے۔

ان تمام انسجہ سے بعض اعضاء صرف ایک ہی قسم کی ساخت اور بافت سے بنتے ہیں۔ جیسے اعصاب و عضلات و غدد اور ہڈی وکری وغیرہ۔ لیکن یہ مفرد اعضاء آپس میں الگ دوسرے سے باہم جڑے اور ملے رہتے ہیں لیکن بعض اعضاء کی ساخت اور بافت میں مختلف اقسام کے انسجہ شریک ہو جاتے ہیں۔ جیسے جلد و جھلیاں اور شریانیں و وریدیں وغیرہ۔ فرنگی طب میں اس کو علم الانسجہ (ہسٹالوجی) کہتے ہیں۔ لیکن وہ ان کی فزیالوجی (منافع) سے واقف نہیں ہیں۔ جن پر ہم نظریہ مفرد اعضاء کے تحت روشنی ڈال رہے ہیں۔

غرض انہی خلیات (حیوانی ذرات) کی ساختوں اور بافتوں سے انسجہ (ٹشوز) اور انسجہ کے مفرد اعضاء مثلاً گوشت و پٹھے، ہڈیاں اور گلٹیاں و جلد اور شرائن و وریدیں تیار ہوتے ہیں۔ پھر انہی اعضائے مفردہ سے اعضائے مرکبہ تیار ہوتے ہیں۔ جیسے آنکھ، ناک، کان اور وریدیں و شریانیں اور مرکب جھلیوں اور پردوں سے مل کر مکمل دل و دماغ اور جگر بنتے ہیں۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں اور باقی تمام جسم۔ گویا جسم ایک کپڑا ہے جو تانے بانے سے بنا ہوا ہے۔ ساخت کے معنی بنانا

اندر بانٹنے کے معنی بننا ہے۔

افعالِ خلیہ

ہم لکھ چکے ہیں کہ ایک خلیہ میں زندگی کے تمام لوازم پائے جاتے ہیں۔ ان میں قیام حیات کے ساتھ ساتھ توالد و تناسل کا سلسلہ بھی قائم رہتا ہے۔ قیام حیات میں جہاں وہ اپنے لئے تغذیہ و تسنیم حاصل کرتا ہے وہاں پر تصفیہ جسم بھی کرتا ہے۔ جس سے وہ اپنے اندر سے خاص قسم کے مواد کو رطوبات یا گیسز کی شکل میں خارج بھی کرتا رہتا ہے۔ یہ تغذیہ بھی جسم ہی سے حاصل کرتا ہے۔ وہ اس کی اپنی ذات کے لئے مفید ہوتی ہے۔ لیکن جو مواد اخراج پاتے ہیں دیگر اعضاء کی غذا یا باعث زندگی ہوتے ہیں۔ مثلاً عصبی انسجہ جو غذا حاصل کرتے ہیں وہ کھاری ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ اپنے فضلات کا اخراج کرتے ہیں تو وہ ترش ہوتے ہیں۔ جو عضلاتی انسجہ کی غذا ہوتے ہیں۔ اسی طرح عضلاتی انسجہ جو فضلات خارج کرتے ہیں ان میں تلخ اثرات یا صفراوی و کبریتی اجزاء شریک ہوتے ہیں۔ جو غدد (جگر) وغیرہ کی غذا میں شریک ہوتے ہیں۔ گویا ایک طرف سے یہ ذرات غذا بنتے ہیں اور دوسری طرف خون میں تقویت کا باعث بنتے ہیں۔ اس طرح یہ خلیات جسم میں نشو و نما اور صحت و قوت کا باعث بنے رہتے ہیں۔ مختصر طور پر اس طرح سمجھ لیں کہ خلیات اپنے طبعی افعال انجام دیتے ہیں جو مختصراً درج ذیل ہیں:۔

۱:۔ خلیہ اپنی حیات قائم رکھتا ہے جس کے لئے وہ تغذیہ و تسنیم اور نشو و نما پاتا ہے۔

۲:۔ خلیہ اپنے توالد و تناسل قائم رکھتا ہے جس کے لئے اس میں نشو و ارتقاء اور ٹوٹ پھوٹ رہتی ہے۔

۳:۔ خلیہ اپنے خاص کام ضرور کرتا ہے۔ یعنی وہ اپنے اندر خاص قسم کی غذا جذب کرتا ہے اور خاص قسم کے مواد کا اخراج کرتا ہے۔ بس اسی طرح خلیات اپنے طبعی افعال انجام دیتے ہیں۔

جب ان خلیات میں کہیں ترسب وفساد پیدا ہوتا ہے تو ان کے طبعی افعال میں نقص واقعہ ہو جاتا ہے۔ اس نقص کو ذہن نشین کرنے کیلئے خلیات کے طبعی افعال کو مدنظر رکھنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس پر انسان کی صحت و مرض اور جوانی و بڑھاپے کے ساتھ نہ صرف گہرا تعلق ہے بلکہ اس کی اپنی حیات اور نشوو ارتقا اسی پر منحصر ہے۔

جو مواد وہ غذا کے طور پر جذب کرتے ہیں۔ ان میں خمیری وکیمیاوی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اور جو مواد فضلات کے طور پر خارج کرتے ہیں وہ دیگر خلیات کی غذا کے علاوہ دافع تعفن اور سوزش بھی ہوتے ہیں۔ دراصل خلیات سے یہی مواد ہر قسم کے جراثیم اور زہروں کو فنا کر دیتے ہیں اور یہ فطری سلسلہ قدرت نے خود کا قائم کیا ہے۔ لیکن جب خلیات میں فساد پیدا ہوتا ہے تو اس کے مواد اور فضلات بھی زہر کی شکل اختیار کر کے باعث نقصان بن جاتے ہیں یا کبھی خلیات کی رطوبت کے مواد کی زیادتی اور کمی دونوں دیگر خلیات کے لیے تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے طبعی افعال کا جاننا نہایت ضروری ہے اس طرح خلیات کی تشریح فعلی اور کیمیاوی افعال کو پورے طور پر سمجھ کر امراض پر مکمل دسترس حاصل کر سکتے ہیں۔

انسجہ کے مجموعے

یہ حقیقت بار بار لکھی جا چکی ہے کہ تمام جسم انسان مختلف اقسام کے حیوانی ذرات (سیلز) سے بنا ہوا ہے۔ یہ خلیات چونکہ مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ خلیات

پہلے اپنے مجموعے تیار کرتے ہیں اور پھران مجموعوں سے اعضائے مفردہ تیار ہوتے ہیں۔ اور پھران اعضائے مفردہ سے اعضائے مرکبہ بنتے ہیں ران مرکب اعضاء سے جسم انسان کی صورت بن جاتی ہے۔ گویا خلیات کے بعد جو شے پہلے تیار ہوتی ہے وہ یہی خلیات کے مجموعے ہیں جن کو بافت وساخت اور نسیج (ٹشوز) کہتے ہیں۔ گویا یہی مجموعے جسم انسان کی اصل بنیاد ہیں اور یہی اعضائے مفردہ ہیں۔ انہی کے بگاڑ سے امراض و بڑھاپا اور موت واقع ہوتی ہے اور جب تک ان میں قوت نشوو ارتقا اور ان کا باہمی تعلق پر قائم رہتا ہے تو صحت و قوت اور جوانی و زندگی قائم رہتی ہے۔ قیام شباب کا یہی فطری قانون ہے۔

انسجہ کے اقسام یہ حقیقت بھی کئی بار لکھی جا چکی ہے کہ انسجہ چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) نسیج عصبی ایسی بافت (ٹشو) ہے جو عصبی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے اعصاب اور ان کا مرکز دماغ تیار ہوتا ہے۔ (۲) نسیج عضلاتی ایسی بافت (ٹشو) ہے جو عضلاتی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے عضلات اور ان کا مرکز قلب تیار ہوتا ہے (۳) نسیج قشری ایسی بافت (ٹشو) ہے جو قشری قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے غدد اور ان کا مرکز جگر تیار ہوتا ہے (۴) نسیج الحاقی ایسی بافت (ٹشو) ہے جو الحاقی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے جسم کی بنیادیں ہڈی و کری اور وتر و رباط) اور بھراؤ مکمل ہوتا ہے جن سے اعضائے جسم قائم ہیں۔

مفرد اعضا کی صورت میں تو صرف ایک ہی قسم کے خلیات پائے جاتے ہیں جیسے ہڈی و کری میں الحاقی مادہ۔ لیکن جب اعضاء مرکب ہوتے ہیں جیلد و

عروق اور شرائن وا ور دہ تو ان میں مختلف اقسام کی بافتیں آپس میں مل کر ترتیب پاتی ہیں یا جہاں جہاں اعضاء آپس میں متعلق ہوتے ہیں تو پھر یہ بافتیں ایک دوسری بافت کے اندر تک چلی جاتی ہے۔ جیسے جگر میں نظر آتا ہے تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ نسیج عصبی (نروز ٹشو)

یہ عصبی خلیات کے ریشے ہوتے ہیں۔ یہ ریشے نہایت باریک بنے ہوتے ہیں۔ ایک متوسط عصبی ریشے کی جسامت ۱/۲۰ انچ ہوتی ہے۔ نسیج عصبی پر دو غلاف چڑھے رہتے ہیں۔ اس لئے نسیج عصبی کو محور عصب (ایکسس سلنڈر) کہتے ہیں. یہی عصبی ریشے کا اصل جوہر ہوتا ہے اس کے اوپر غلاف شحمی (میڈلری سیتھ) ہوتا ہے جس کا تعلق قشری بافت سے ہوتا ہے۔ دوسرا غلاف ایک اور جھلی کا ہوتا ہے۔ جس کا تعلق عضلاتی بافت کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس طرح برقی تار ربڑ کی نلکیوں میں لپٹی ہوتی ہے۔ اسی طرح السنجہ اعصابی اپنے مرکز سے لے کر تمام جسم میں پھیلے ہوتے ہیں اور ان میں برقی رو کی طرح تحریکات چلتی ہیں ان السنجہ اعصابی میں چھوٹی چھوٹی بلندیاں ہوتی ہیں جن کو طبی اصطلاح میں عقد (گنگلیاں) کہتے ہیں۔ جہاں پر دیگر انسجہ اپنی دیگر راہیں بناتے ہیں السنجہ اعصابی کا اختتام مختلف طریق پر ہوتا ہے (۱) جال کی شکل میں ختم ہوتے ہیں (۲) حلقوں میں ختم ہوتے ہیں (۳) لمبی شکل میں ختم ہوتے ہیں۔ (۴) ابھار بنا کر ختم ہوتے ہیں جیسے ہتھیلی اور تلوؤں کی جلد کے نیچے ہوتے ہیں۔ السنجہ اعصابی دماغ سے لے کر حرام مغز کے ذریعے تمام جسم میں پھیلتے ہیں۔ ان کے افعال احساس کرنا ہے اور عضلات و غدد کو حرکت دینا ہے ان کا تعلق حواس ظاہری اور باطنی سے ہوتا ہے۔

۲۔ نسیج عضلاتی (مسکولر ٹشو) یہ عضلاتی خلیات سے بنتے ہیں۔ چونکہ ہڈی اور کری کے بعد جسم پر گوشت کا ایک بہت بڑا حصّہ ہوتا ہے۔ اس لئے عضلات (گوشت) کی جسم پر کثرت ہوتی ہے۔ اس بافت کے ریشے باہم مل کر مجموعے بناتے ہیں۔ پھر یہی مجموعے مل کر عضلہ بن جاتے ہیں۔ یہ عضلات سر سے لے کر پاؤں تک اعصاب و غدد کے ساتھ متعلق رہتے ہیں۔ دل عضلات کا مرکز ہے اور معدہ کو عضلات میں بے حد اہمیت حاصل ہے۔

عضلات بناوٹ اور افعال کے لحاظ سے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل ارادی عضلات جو انسان کے ارادہ کے تحت کام کرتے ہیں جیسے ہاتھ پاؤں کے عضلات جن پر خاص قسم کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ دوسرے غیر ارادی عضلات جن کی حرکت انسان کے ارادہ کے تحت نہیں ہے جیسے دل، پھیپھڑے اور معدہ وغیرہ ارادی عضلات میں پھیلنے اور سکڑنے کی طاقت ہوتی ہے۔ بلکہ ان کی حرکت جونک کی سی حرکت ہوتی ہے۔ یعنی ان عضلات کا اگر ایک حصّہ سکڑتا ہے تو دوسرا حصہ پھیل جاتا ہے جیسے مری اور آنتوں کے عضلات میں یہ بات نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ ہر قسم کے عضلات کے افعال کے متعلق یہ بات سمجھ لیں کہ ان کے ذمہ قدرت نے جسم کی ہر قسم کی حرکت کرنا ہوتا ہے یہ احساس باعث حرکت ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح جسم کی ہر حرکت صرف عضلات ہی کرتے ہیں۔

۳۔ نسیج قشری (ایپی تھیل ٹشو) یہ قشری خلیات سے بنتے ہیں۔ جسم انسان میں نسیج قشری عام طور پر غدد اور غشائے مخاطی کی شکل میں سر سے لے کر پاؤں تک پھیلے ہوئے ہیں غشا کی صورت میں اعضاء کے اندر یا باہر لگی ہوتی ہے جیسے مری و معدہ

اور امعاء میں کی صورت میں جلد کا بالائی طبق جس کو بشرہ کہتے ہیں۔ اعصاب کے ریشے کے ساتھ لگی ہوتی ہے جو حقیقی جلد کی حفاظت کرتا ہے۔ جب بالائی طبق کے پرانے انسجہ کی وجہ سے مردہ ہو کر گر پڑتے ہیں تو اس کی جگہ نئی بافت پیدا ہو جاتی ہے۔

افعال کے لحاظ سے جسم کے اندر یا باہر جہاں جہاں پر رطوبات کی ضرورت ہوتی ہے وہاں پر نسیج قشری غدد یا جھلی کی شکل میں ضرور لگے ہوتے ہیں۔ جیسے منہ میں تھوک۔ آنکھ میں آنسو، ناک اور حلق میں رطوبت اسی طرح مری و پھیپھڑوں کے اندر بلغم، عورتوں میں دودھ اور مردوں میں منی وغیرہ کا اخراج پاتا۔ اسی طرح پسینہ اور پیشاب وغیرہ کا اخراج بھی نسیج قشری کے افعال میں داخل ہے۔

۴۔ نسیج الحاقی (کنکٹو ٹشو)

یہ الحاقی خلیات سے بنتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھ لیں کہ جسم انسان کی بنیاد ہڈی و کری اور رباط و اوتار پر ہے ان پر اعصابی و غددی اور عضلاتی انسجہ سے جو اعضاء بنتے ہیں ان کے علاوہ جو جسم میں بھرتی ہوتی ہے وہ سب انسجہ الحاقی سے ہوتی ہے۔ جہاں تک احساس و حرکت اور اخراج رطوبت کا تعلق ہے اس میں اس قسم کے کوئی اثرات و افعال اور فوائد نہیں پائے جاتے گویا ان میں زندگی تو ہے۔ مگر انسانی زندگی کے معاملات میں جو دخل اعصاب وعضلات اور غدد کو حاصل ہے وہ انسجہ الحاقی میں نہیں پایا جاتا۔ گویا الحاقی انسجہ صرف بنیاد اور بھرتی کا کام کرتے ہیں۔

ماڈرن میڈیکل سائنس نے ثابت کیا ہے کہ انسجہ الحاقی اتائی زندگی اور جسم میں ابتدائی بافت ہیں جب اس میں نشوو ارتقا پیدا ہوتا

ہے تو یہ دیگر انسجہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں جسم کے جس مقام پر نشوو ارتقا ختم ہو جاتا ہے وہاں پر الحاقی انسجہ کی کثرت ہو جاتی ہے۔ گویا ان کی کثرت بعض مقامات پر وہاں کی زندگی ختم کر دیتی ہے۔ خون میں ہر قسم کے انسجہ کے مادے پائے جاتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ جو مادہ پایا جاتا ہے وہ انسجہ الحاقی کا ہوتا ہے جب انسجہ الحاقی کے مادہ میں زیادتی ہوتی جاتی ہے تو جسم میں خشکی اور خون میں گاڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اعصاب و عضلات اور غدد کے افعال بگڑ جاتے ہیں اور جب اس میں کمی واقع ہوتی ہے تو جسم میں رطوبات کی زیادتی خون میں رقت اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ ہڈیوں میں خرابی اور جسم کی نشوو ارتقاء رک جاتی ہے۔

بڑھاپے کے یقینی اسباب

یہ امر تو یقین کی حد تک پہنچ چکا ہے کہ بڑھاپا اور خرابی صحت کے اثرات جسم انسان میں اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتے جب تک خلیات کے افعال اور اعمال میں خرابی اور نقص واقع نہ ہو جس سے تین خرابیاں پیدا ہوتی ہیں (۱) خلیات کی پیدائش رک جاتی ہے (۲) خلیات مرنے اور ضائع ہونے شروع ہو جاتے ہیں (۳) مقام خرابی اور نقص کی طرف دوران خون میں بے قاعدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

ماہرین کیمیا و حیاتیات نے ان مسائل کی طرف توجہ دی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق (۱) یہ معلوم کرنا کہ جسمانی خلیوں میں آخر کون سی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں جو بڑھاپے کا سبب بنتی ہیں (۲) یہ طے کرنا کہ بڑھاپے کے اسباب خلیوں کے باہر اس یافت سے تو تعلق نہیں رکھتے جو ان کے چاروں طرف رہتی ہے (۳) دوران خون کی خرابی میں خلیات کی خرابی ونقص سے دوران خون کے جذب و دفع میں بے اعتدالی واقع ہو جاتی ہے یا خون میں کیمیاوی طور پر کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ جس سے خلیات کے افعال و اعمال کا توازن بگڑ جاتا ہے۔

یہ تینوں حقائق قابل غور ہیں۔ کیا ہمارے خلیوں میں صرف وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ کچھ تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں جس سے جوانی بڑھاپے میں تبدیل ہوتی رہتی ہے یا یہ تبدیلیاں ماضی کی پیدا کردہ ہوتی ہیں جن سے بڑھاپے کے اثرات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ یعنی کیا گزشتہ اعمال و افعال بڑھاپے کا سبب بنتے ہیں۔ ان اعمال و افعال میں جدید طرز حیات کی پیدا کردہ کشمکش اور ذہنی پریشانی بھی شامل ہوتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان پر ماحول کا زبردست اثر پڑتا ہے جو بڑھاپا لانے کا بڑی حد تک ذمہ دار ہے، ماحول کے علاوہ بعض طبیعاتی عوامل بھی غور طلب ہیں۔ مثلاً ہم سب مستقل طور کشش ثقل کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ زمین ہمیں اپنے مرکز کی طرف کھینچ رہی ہے۔ اور سب سیدھا کھڑا ہو کر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر ہم مختلف موسمی تبدیلیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ دوران سفر مناظر و متاثر اور آب و ہوا کا تبدیل ہوتے رہنا اور موجودہ دور میں تیز مواصلات کی وجہ سے فوری تبدیلی بہت تیزی سے اثر انداز ہوتی ہے۔ مختلف اقسام کی ہوائیں اور قسم قسم کے پانی اور ان سے بڑھ کر فضا میں جو تاب کاری پھیلی ہوئی ہے ان تیز سفروں میں نہایت شدت اختیار کر لیتے ہیں۔ ویسے بھی عام زندگی میں سفر کو سیکڑ کہا گیا ہے یعنی سفر دوزخ کی آگ ہے۔

لیکن آجکل جب کہ تیز مواصلات کیساتھ ایٹمی دور شروع ہو گیا ہے، اور تقریباً ہر ملک ایٹمی تجربات اور دھماکے کر رہا ہے اور یہ حقیقت تسلیم کی جا چکی ہے کہ تاب کاری کے اثرات بے حد خوفناک ہوتے ہیں جس کے نمونے ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی کے بعد اب تک ظاہر ہیں۔ اس تاب کاری کا تعلق یورنیم و تھورنیم اور ریڈیم یا ایسے ہی کسی قسم کے دوسرے عناصر سے ہوتا ہے جن کی خوبی یہ ہے کہ ان میں خود کار شعاعیں چھوڑنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اور یہ شعاعیں ظاہرہ آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں، لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ ہمارے خلیات اور اعضائے جسمانی پر اثر انداز ہوتی ہیں اور تیزی سے نقصان رساں ہوتی ہیں۔ اس تاب کاری کے علاوہ سورج کی شعاعیں بھی اپنے اندر تاب کاری اثرات

رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دیگر اقسام کی غیر مرئی شعاعیں بھی اثرات پذیر ہوتی ہیں۔ مثلاً الٹرا وائلٹ (بالائے بنفشی)، انفرا ریڈ (زیر سرخ)، کوسمک ریز (کائناتی شعاعیں)، وغیرہ خلیات کے مشینی و کیمیاوی اور دوران خون پر بہت کچھ دباؤ ڈالتی ہیں، لیکن یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ یہ شعاعیں ہمارے جسم سے ایسے گزر جاتی ہیں جیسے ایکس ریز (لاشعاعیں) گزر جاتی ہیں۔ عام طور پر یہ سر اور اعصاب میں داخل ہو کر پیروں سے نکل جاتی ہیں اور اپنے اثرات سے متاثر کر دیتی ہیں۔ ان تاثرات کا اثر صحت اور جوانی پر یقیناً پڑتا ہے۔ اس طرح یہ عوامل اور اسباب بھی جلد بڑھاپا لا سکتے ہیں۔

سائنس داں ایک عجیب و غریب مشاہدے سے پریشان ہیں کہ جب کسی نوجوان شخص کا مقابلہ کسی بوڑھے آدمی سے کیا جاتا ہے تو ظاہر ہیں دونوں کی شکل و شباہت اور اعضائے جسم میں بڑا فرق موجود ہوتا ہے لیکن جب دونوں کا عضوی و کیمیاوی اور دموی تجزیہ کیا جائے تو ان کے مابین کوئی فرق موجود نہیں ہوتا۔ مگر بیرونی طور پر نمایاں اثر نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر اس مادے کا مشاہدہ کریں۔ جو زندہ خلیے تیار کرتے ہیں جن کو انزائم کہتے ہیں جو خمیر سے تیار ہوتے ہیں۔ ان کی سطح جوانوں اور بوڑھوں میں تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے۔ اگر دس فی صدی فرق بھی ہو تب بھی ہم اسے زیادہ سمجھیں گے ممکن ہے دوسرے عناصر کی بھی یہی صورت ہو۔ ماہرین یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہ خلیوں کے چاروں طرف لپٹی ہوئی بافت کو بڑھاپے میں کیا ہو جاتا ہے۔ کم از کم دس تبدیلیاں ایسی معلوم

کی گئیں ہیں جو بڑھاپے کی وجہ سے خلیوں کے بالکل نزدیک واقع ہوتی ہیں۔ ممکن ہے یہ تبدیلیاں ایک حد تک بڑھاپا لانے کی ذمہ دار ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خلیوں کے اندرونی عمل کا ہماری عمر سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ماہرین ان کے اندر باہر دونوں طرف دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے تجربات اور مشاہدات نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ انسانی بافتوں میں ایک مادہ کولیجن نام کا ہوتا ہے جو حل پذیر ہے۔ مگر جب گرم پانی میں پکایا جاتا ہے تو وہ جلیٹین میں تبدیل ہو جاتا ہے جسمانی درجہ حرارت پر وہ نسبتاً غیر حل پذیر ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بالکل جامد ہو جاتا ہے۔

چونکہ بڑھاپے میں حرارت غریزی کم ہو جاتی ہے ممکن ہے یہی مادہ جامد ہو کر ضعیفی اور پیری کی صورت اختیار کر لیتا ہو۔ یہ ایک اہم مادہ ہے جو کل جسم کی پروٹین کا ایک تہائی حصّہ ہوتا ہے اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہماری بافتوں میں اس مادہ کی مقدار بڑھتی رہتی ہے۔ شائد اسی وجہ سے بڑھاپے میں ہمارے خلیوں کو پوری غذا حاصل نہیں ہوتی اور ہم برابر کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی عمر جوں جوں گذرتی جاتی ہے۔ انسان اپنے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ اب اس کی یہ کوشش ہے کہ وہ اپنی عمر اور ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ اب یہ انسان کی ذاتی کوشش ہے کہ وہ اثرات سے اپنے اندر صحت و جوانی اور نشو و ارتقا قائم رکھے یا اپنے کو بڑھاپے کی طرف دھکیل دے۔ یعنی وہ بیماریاں جو اس لاحق ہوتی ہیں یا غذائیں جو وہ کھاتا ہے۔ تاب کاری کے اثرات جن سے وہ

دوچار ہوتا ہے۔ ان تمام اغذیہ واثرات اور اعمال کے اثرات کو اپنی دسترس میں رکھ کر مفید اثرات حاصل کر سکتا ہے ورنہ زمانے کے اثرات اس کو بڑھاپے کی طرف کھینچتے چلے جائیں گے۔

بڑھاپے کے اسباب میں اس کے علاوہ ایک سبب وراثتی زہریلے مادے اور بچپن کے امراض بھی شامل ہیں۔ جو عمر کے ساتھ ساتھ جسم میں بڑھتے رہتے ہیں اور بہت جلد بڑھاپا پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن ان صورتوں میں بھی جسم کے خلیات وان کا ماحول اور خون کے اجزاء پہلے سے ضرور متاثر ہو چکے ہوتے ہیں۔

ان زہریلے مادوں میں سفلس وسائیکوسس اور سورا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جو مشینی طور پر جسم کے بعض خلیات میں تحریک و تیزی سے پیدا ہوتے ہیں اور کیمیاوی طور پر خون کے اندر بعض اجزا کی کمی بیشی سے پیدا ہوتے ہیں اور بڑھتے جاتے ہیں۔ اس طرح بڑھاپے کی روک تھام کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ اوّل ان زہریلے مادوں کو خارج کیا جائے اور بچپن کے امراض سے نجات پائی جاتی ہے اور آئندہ کے لئے جسم میں نشوو ارتقا کی صورتیں پیدا ہو جائیں۔ اور اس طرح بڑھاپے کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

بڑھاپے کے اثرات اور علامات میں اہم شے چہرے اور جسم کی تبدیلی اور جھریاں ہیں۔ ان کے متعلق سائنسدانوں کا یہ خیال ہے کہ اس کے اسباب میں بافتوں کے اندر رہنے والے مادے "الاسٹین" میں تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یا ایک قسم کے ترشے کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں جس میں پانی کو روکنے کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ

سے پیدا ہوتی ہیں جس میں پانی کو روکنے کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہماری جلد میں دباؤ قائم رہتا ہے اور چہرے و جسم میں جھریاں اور تبدیلیاں پیدا نہیں ہو سکتیں۔

اسی طرح بعض سائنس دانوں کی تحقیقات یہ ہے کہ جسم میں پیدا ہونے والے بعض ہارمونز (کیمیاوی رس) اپنے اعضا کی خرابی کی وجہ سے کم یا بالکل ہی پیدا ہونا رک جاتے ہیں۔ جن کا اثر خلیات اور دیگر اعضاء کی نشوونما روک دیتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے بڑھاپے کے اثرات نمایاں ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں نفسیات کے ماہر اپنی تحقیقات سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسانی جذبات کی شدت خلیات اور خون میں خاص قسم کے زہر پیدا کر دیتے ہیں جن سے بڑھاپے کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ نفسیاتی اثرات ہوں یا جسمانی بہر حال زہریلے اثرات خلیات اور ان کے اعمال میں نقصان پیدا کر کے بڑھاپے کو دعوت دیتے ہیں۔

النسجہ میں مرض کی ابتدا

النسجہ (مفرد اعضا) کے خلیات کے افعال جب طبعی طور پر اعتدال پر قائم رہتے ہیں تو مجرائے بدن میں کبھی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی، اس کا نام صحت ہے اسی سے قوت اور جوانی قائم رہتی ہے۔ جب ان میں نقص و خرابی اور بے اعتدالی پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر کسی خلیہ کے ان صفات کے اندر کسی قسم کا فرق آ جائے تو یہ خلیہ ایسی صورت میں ضرور مریض ہوگا۔ اس کا اثر النسجہ (مفرد اعضا) اور مجرائے جسم پر پڑے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اعضائے جسم میں خرابی اور بے اعتدالی واقع ہو جائے گی۔

بس اسی حالت کا نام مرض ہے اور اس کی طرف جو صورتیں دلالت کریں ان کا نام علامات ہے۔ ضعف اور بڑھاپے کا اظہار بھی ان کی علامات سے ہوتا ہے۔

طب یونانی میں مرض کی ماہیت میں اس کی ابتدا مفرد اعضاء (انسجہ) کے مرض (۱) سوئے مزاج (۲) مرض کی ترکیب (۳) مرض تفرق اتصال سے شروع ہوتا ہے۔ فرنگی طب کی پیتھالوجی (ماہیت امراض) میں مرض کی ابتدا، ترسیب و فساد سے شروع ہوتی ہے۔ اگر فرنگی طب کے ترسیب کو مرض ترکیب اور فساد کو تفرق اتصال بھی تسلیم کرلیں تو بھی سوئے مزاج ایک ایسی صورت ہے جو طب یونانی میں تو نظر اور سمجھ آسکتی ہے۔ مگر فرنگی طب میں اس کی کوئی صورت نہیں ہے۔ پھر ترسیب میں جو صورت بیان کی گئی ہے۔ صرف اس قدر ہے کہ اس کی طرف کوئی دوسرا مادہ اکٹھا ہو جائے۔ وہ خود تندرست ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر باہر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور یہی حالت اس کے تمام اقسام میں قائم ہے۔ لیکن طب یونانی مرض سوئے مزاج میں مفرد اعضاء (انسجہ) کے اندر مزاج کی تبدیلی تسلیم کرتی ہے جس میں اس کے اندر کی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور امراض کی ابتدا ہوتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ فرنگی طب خلیہ کی اندرونی تبدیلیاں کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کرتی ہے۔ مثلاً کسی قسم کی تبدیلی اس کی شکل میں واقع ہو جائے۔ یا اس کی نواۃ جو مرکز یا وسط میں واقع ہے اسی طرح مادہ حیات کی اپنی خاص شکل اور جائے وقوع ہے۔ ان کے طبعی اجزاء غیر طبعی مقدار میں یا غیر طبعی جگہ پر واقع یا مفقود ہوں۔ تو

غلیہ مریض سمجھا جائے گا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے مزاج میں خرابی واقع ہو گئی ہے۔ لیکن فرنگی طب نہ اس حالت کا نام رکھتی ہے اور نہ اس کو ترسب اور فساد میں شمار کرتی ہے۔

انسجہ میں امراض کی صورتیں

ہم نے نظریہ مفرد اعضاء کے تحت انسجہ (مفرد اعضاء) میں امراض کی تین صورتیں بیان کی ہیں (۱) ان کے افعال میں تیزی ہو گی جس کو ہم ان تحریک کا نام دیتے ہیں (۲) اس کے افعال میں سستی ہو گی جس کو ہم ان کی تسکین کا نام دیتے ہیں (۳) ان کے فعل میں ضعف واقع ہو گا جس کا نام ہم اس کی تحلیل رکھتے ہیں۔ ان تینوں صورتوں کی ابتدا سوئے مزاج سے شروع ہوتی ہے۔ اور پھر مرض ترکیب اور داخلی تفرق اتصال تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ امراض کی ماہیت اور حقیقت کے سمجھنے کا بس یہی راز ہے۔

کہ مرض کی ابتدا سے لیکر اس کی انتہا تک یہی سلسلہ چلا جاتا ہے اس طرح طالب علم اور اطبا کو امراض کی حقیقت ماہیت اور ان کے نتائج جو ضعف و قوت اور بڑھاپے کی صورتوں میں آسانی سے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس تو کیا کسی طریق علاج نے بھی ان کوائف کو اس ترتیب اور خوبصورتی سے بیان نہیں کیا ہے تاکہ ہم فوری طور پر مرض کو سمجھ کر ضعف و قوت اور بڑھاپے کی ماہیت و حقیقت اور اسباب کو سمجھ کر علاج کر سکیں۔ امراض کی ان تین صورتوں کی تفصیل ذیل درج ہے۔

انسجہ میں تحریک کے امراض

کسی نسیج (منفرد عضو) میں جب تحریک پیدا ہوتی ہے تو اس کے فعل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ تحریک کی ابتداء میں تو عضو بوجہ کسی محرک کیفیت یا مادہ (عنصر) کی زیادتی یا اپنی ساخت میں کسی کیفیت یا مادہ کی کمی سے گرجاتا ہے۔ اور اس کے مزاج میں سردی اور رطوبت میں خشکی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے اس کے فعل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس عضو جسم میں ابتداً کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی البتہ اس میں خشکی کیوجہ سے وہ اپنے افعال میں تیزی سے انجام دینے لگتے ہیں۔ اور خون کا دورہ اس کی طرف تیز ہو جاتا ہے گویا ایک قسم طاقت کی صورت اس میں قائم رہتی ہے اگر یہی صورتیں اس میں قائم رہیں اور اس کی رطوبات تمام خشک نہ ہو جائیں اور اس کا سکیڑ زیادہ بڑھے تو اس کے افعال کی تیزی سے جو اخلاط یا رطوبات یا مواد پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ جسم میں بڑھ جاتے ہیں جیسے جگر کے فعل میں تیزی سے صفراء دماغ کے فعل میں تیزی سے رطوبت اور دل کے فعل میں تیزی سے ریاح کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ گویا یہ سکیڑ اعصاب و غدد اور عضلات تینوں میں ہو سکتا ہے۔ یہ کیمیاوی امراض ہیں جو مشینی طور پر اعضا میں سکیڑ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس تحریک سے اعضا میں جو سکیڑ پیدا ہوتا ہے اس کو طب میں ضمور اور انگریزی میں اٹروفی (ATROPHY) کہتے ہیں۔ بعض نے اس حالت کو ہزال لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ ہزال تحلیل کے بعد پیدا ہوتا ہے، جاننا چاہئے کہ عضو کا سکیڑ یا ضمور حجم میں عظم کے مقابلے میں ہوا کرتا ہے۔

اس میں حرارت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے اس حالت کو ہزال کہنا صحیح نہیں ہے۔

جب کسی عضو میں سیکڑ پیدا ہوتا ہے تو اس میں کیمیاوی طور پر ارضی مادے پیدا ہوتے اور بڑھتے جاتے ہیں۔ جن کو کلسی مادہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔ اعضا میں کلسی مادے کی زیادتی سے کبھی ریاح کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ کبھی وہاں کے انسجہ میں تحریک ہو کر ان میں نشوونما شروع ہو جاتی ہیں۔ جس سے رسولیاں سلعات (TUMAR) بن جاتی ہیں۔ کبھی خشکی سے اعضا پھٹ جاتے ہیں۔ کبھی خارش شروع ہو جاتی ہے کبھی دانے نکل آتے ہیں۔

جب کبھی کسی عضو میں رفتہ رفتہ یا یکبارگی یا فربہ یا سکتہ سے خشکی ہو جاتی ہے جس میں اکثر ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا خشکی سے لے کر خارش و دانے۔ سوزش و بدن پھٹنا اور سلعات و اورام سب اسی تحریک کے مشینی امراض ہیں۔ مشینی اور کیمیاوی امراض اور علامات کے فرق کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

انسجہ کے تسکین کے امراض

جب کسی نسیج (مفرد عضو) میں بلغم اور رطوبات کی زیادتی شروع ہو جاتی ہے تو اس عضو کے حجم یا انسجہ کی تعداد یا غیر عضوی مادوں کے اجتماع سے نشوونما ہو کر اس کی ساخت میں غیر طبعی بڑھاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو عظم کہتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱۔ عظم صادق

۲۔ عظم کاذب

۳۔ عظم اضافی

۱۔ عظم صادق

جب اعضاء کی ساخت میں طبعی طور پر بڑھاؤ پیدا ہو تو اس کو عظم صادق کہتے ہیں۔ جیسے ورزش اور محنت سے اعضائے جسم میں عظم واقع ہو جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہاں کے اعضاء میں ورزش اور محنت خشکی کے ساتھ طلب غذا بڑھ جاتی ہے جو خون سے حاصل کرتے ہیں جس سے ان میں طبعی نشوونما ہو جاتی ہے۔ اور یہی صالح چیز ہے۔ اس کو مرض میں شمار نہیں کیا جاتا۔ یہ مفید صورت ہے۔

۲۔ عظم کاذب

جب عضو کی ساخت میں بلغم یا رطوبات جمع ہوں مگر وہ اعضاء میں جذب اور جزو بدن نہ ہوں ان سے مفرد اعضاء (انسجہ) بڑھ کر نرم یا ڈھیلے ہو جائیں۔ ایسے بڑھاؤ زیادہ تر انسجہ الحاقی میں ہوا کرتے ہیں۔ چونکہ یہ غیر طبعی بڑھاو ہوتا ہے اس لئے اس کو عظم کاذب کہتے ہیں۔ جیسے جگر و طحال اور دل و پیٹ کا بڑھاؤ وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ عظم اضافی

جب کسی عضو پر کسی غیر مادہ کا بڑھاو پیدا ہو جائے، جیسے چربی یا غیر انسجہ کا بڑھاؤ۔ چونکہ یہ بڑھاؤ غیر طبعی ہوتا اس لئے اس کو عظم اضافی کہتے ہیں جیسے دل گردوں اور پیٹ پر چربی کا چڑھ جانا وغیرہ وغیرہ۔

انسجہ میں تحلیل کے امراض

جسم میں انسجہ (مفرد اعضا) کے امراض کی تیسری صورت تحلیل ہے حقیقت یہ ہے کہ حرارت کی زیادتی سے جسم میں تحلیل ہوتی ہے جس سے ضعف پیدا ہو جاتا ہے جس سے انسجہ میں کمی واقع ہونا شروع

ہو جاتی ہے جیسے موم بتی کے جلنے کی حرارت سے موم تحلیل ہو کر اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ یا برف اگر دھوپ میں پڑی ہو تو اس میں تحلیل اور کمی شروع ہو جاتی ہے جسم میں اس طرح کی تحلیل اور کمی سے ضعف کی صورت پیدا ہو کر امراض وضعف قوت اور بڑھاپا کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ جب انسجہ (مفرد اعضاء) میں تحریک یا تسکین یا تحلیل میں شدت پیدا ہو جائے۔ یہ شدت کسی بھی نسیج (اعصابی و غدی اور عضلاتی) میں واقع ہو جائے۔ پس مرض وضعف قوت اور بڑھاپا پیدا ہونا لازمی ہیں۔

صحت کے کیمیاوی اثرات

آج آپ کے سامنے ایک اور حقیقت بیان کرتا ہوں۔ یہ قدرت کا ایک قانون ہے اور صحت کا ایک راز ہے۔ قدرت کی اس حقیقت و قانون اور صحت کے راز کا نام ہے، قوت شفا"۔ یہ ایک اہم حقیقت ہے۔ اور صحت کے لئے بے حد ضروری قانون ہے۔ افسوس ہے کہ فرنگی طب اور سائنس اور بلکہ میڈیکل سائنس نے بھی اس کا کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ بلکہ اس کا طریقہ علاج بالکل اس کے خلاف ہے۔ علاج بالمثل (ہومیوپیتھی) بھی اس قانون سے ناواقف ہے۔ البتہ ایورویدک اور طب یونانی کے علاج ہیں۔ ایک قانون کی حثیت رکھتا ہے، مگر اس کو تفصیل وتشریح اور ترتیب و لازمی حثیت سے کبھی بیان نہیں کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قانون کے بغیر کبھی" قوت شفا" حاصل نہیں ہو سکتی۔ عام طور پر دست شفا کا ذکر ضرور کیا جاتا ہے۔

لیکن جب تک قوتِ شفا پر دسترس نہ ہو اس وقت تک دستِ شفا کی خوبی پیدا نہیں ہوسکتی۔ قانون قوتِ شفا کے متعلق جاننا چاہئے کہ مرض بذات خود کوئی شے نہیں ہے۔ صرف صحت ایک حقیقت ہے۔ اور اس کے قائم نہ رہنے کا نام مرض ہے، بالکل اسی طرح جیسے جھوٹ اور برائی کوئی حقیقت نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقت سچائی اور نیکی کا نام ہے۔ جہاں سچائی اور نیکی کی نفی ہوتی ہے، وہاں پر جھوٹ اور برائی کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں صحت ایک قانون فطرت ہے، جو قدرت کے ماتحت عمل کرتا ہے، جس کی تعریف یہ ہے کہ جب جسم انسان کے اعضاء خاص طور پر مفرد اعضاء انسجہ، خون اخلاط و کیفیات اور نفسیاتی اثرات (جذبات) اعتدال پر قائم رہیں اس کا نام صحت ہے۔ جب اعضاء میں بگاڑ، خون میں تغیر اور جذبات میں خرابی واقع ہو جاتی ہے تو اس کا نام مرض رکھ دیا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ (۱) نفسیاتی بگاڑ ایک وقتی اثر ہے جو جذبات کے اثرات سے پیدا ہوتا ہے اور منٹوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ بعض وقت گھنٹوں اور دنوں تک چلا جاتا ہے، شاذ ایسا ہوتا ہے کہ عمر بھر ایک ہی جذبہ قائم رہے۔ بہرحال ہر صورت میں اپنے اثرات خون میں چھوڑتا رہتا ہے، یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ کسی جذبہ اور نفسیاتی اثر کا اظہار کسی نہ کسی عضو کے فعل میں کمی بیشی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ (۲) اعضائے جسم کے افعال کی خرابی جو کیفیات کے تحت پیدا ہوتی ہے، وہ فوری طور پر واقع ہو۔ وہ بھی دائمی نہیں ہوتی، بلکہ گھنٹوں اور دنوں تک محدود ہوتی ہے پھر خرابی کے اثر کے مطابق جلد ختم ہو جاتی ہے، البتہ یہ خرابی بھی خون میں

اپنا اثر چھوڑتی ہے۔ یہ دونوں خرابیاں اگرچہ مختلف ہیں لیکن اعضاء کے افعال میں کمی بیشی کے اضداد کی وجہ سے ایک صورت معلوم ہوتی ہے۔ ان کو جسم کے مشینی اثرات کہا جاتا ہے۔ جب تک یہ قائم رہتی ہیں خون میں ان کا اثر رہتا رہتا ہے (۳) خون میں تغیر ایک دائمی تبدیلی ہے جو مشکل سے پیدا ہوتی ہے اور دیر سے ختم ہوتی ہے، یہ زیادہ تر مادی اثرات سے پیدا ہوتی ہے۔ جو کھانے پینے کی اشیاء کا نتیجہ ہے۔ البتہ اس میں اعضاء کے افعال اور نفسیاتی اثرات کے تحت کیفیات کے اثرات شامل ہو جاتے ہیں۔ ان کو جسم کے کیمیاوی اثرات کہا جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جسم میں یہی تینوں قسم کے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) نفسیاتی (۲) عضوی افعال (۳) خونی تغیرات۔ اول دونوں مشینی اثرات ہیں۔ تیسرا کیمیاوی تغیر ہے۔ مشینی اثرات وقتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور فوری طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔ کیمیاوی تغیرات مشکل سے پیدا ہوتے ہیں اور دیر کے ساتھ تبدیل ہوتے ہیں۔ ان کے اعتدال کا دوسرا نام صحت ہے۔ اور اعتدال سے بگڑ جانے کا نام مرض ہے۔

جاننا چاہیئے صحت کا قیام اس کیمیاوی ترتیب پر منحصر ہے۔ جو خون میں قائم ہے۔ تمام اعضاء اس کے مطابق اپنے افعال انجام دیتے ہیں اور انسانی جذبات اس کے مطابق ابھرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں زندگی و قوت اور عادات و اخلاق خون کی صحیح کیمیاوی ترتیب (مرکبات) پر قائم ہیں بس یہی صحت ہے۔ اور خون کی یہ صحیح کیمیاوی ترتیب بگڑ جاتی ہے چاہے وہ بگاڑ نفسیاتی جذبات کے اثرات ہوں یا اعضاء کے افعال کی کمی بیشی سے ہو یا مادی تغیرات سے خون میں کیمیاوی تبدیلی پیدا ہو جائے۔ بہر حال خون

کی ترکیب (مرکب) میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ بس یہی مرض ہے۔ اس مرض سے جسم میں جو حالات پیدا ہوتے ہیں وہی اس کی علامات ہیں۔ یہ علامات عضوی و کیفیاتی بھی ہوتی ہیں اور مادی و نفسیاتی بھی ہوتی ہیں۔ ان میں بعض شدید ہوتی ہیں اور بعض لطیف معدوم ہوتی ہیں۔ مریض اکثر شدید علامات کی تکلیف کا اظہار کرتا ہے اور انہی کو مرض کا نام دیتا ہے!

علاج کی صورت میں معالج بھی مریض کی تکلیف کے زیر اثر اور اپنی کامیابی کے پیش نظر انہی علامات کو رفع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اول تو وہ کامیاب نہیں ہوتا ہے اگر کسی حد تک کوئی علامت کم بھی ہو جائے یا تکلیف رک جائے تو تھوڑے عرصہ بعد پھر نمودار ہو جاتی ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ لوٹ آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معالج ماہیت مرض سے واقف نہیں ہے اور نہ ہی صحت کے صحیح قانون کا اس کو علم ہے اس لئے اس کے پاس قوت شفا نہیں ہے نہ دست شفا رکھتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ صحت کسی علامت و اثر اور تکلیف کے رفع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ صحت کی اس حالت کو لوٹانے کا نام ہے جس سے خون کی صحیح کیمیاوی ترکیب (مرکب) قائم ہو جائے یہی قوت شفا ہے۔ جب قوت شفا قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس سے نہ صرف اعضاء کے مشینی افعال اور خون کی کیمیاوی ترکیب درست ہو جاتی ہے، بلکہ مادی و کیفیاتی اور نفسیاتی علامات و اثرات اور تکالیف بھی دور ہو جاتی ہیں۔ بس اسی کا نام صحت ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سے طریق علاج میں صحت کو حاصل کرنے کے لئے قوت شفا کو مدنظر رکھا گیا ہے جہاں تک فرنگی طب میڈیکل سائنس کا تعلق ہے وہ صرف ان علامات و اثرات اور تکالیف کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے

جزو ظاہر اور باطن جسم میں انسان کو معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر خون کی کیمیاوی ترتیب اور افعال الاعضاء کو کلی طور پر مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ زیادہ سے زیادہ ان کے زہروں کو خون کے اندر معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ جراثیم اور ان کا زہر خون کے اجزاء نہیں اور نہ ہی حالت صحت میں خون میں پائے جاتے ہیں۔ اگر ان کے باعث مرض قرار بھی دے دیا جائے اور ان کو انٹی سپٹک (دافع زہر) ادویات سے بھی دور کر دیا جائے تو بھی خون کی وہ صحیح کیمیاوی ترتیب پیدا نہیں ہو سکتی جس کا نام قوت شفا ہے، اس کے بغیر صحت کا حصول ناممکن ہے۔

دوسرا طریق علاج، علاج بالمثل (ہومیو پیتھی) ہے اس میں سرے سے مرض کا تصوّر ہی نہیں ہے۔ اس کی ماہیت (پیتھالوجی) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے ہاں صحت کا کوئی مقام ہی متعین نہیں کیا گیا تو پھر بھلا وہ خون کی صحیح کیمیاوی ترکیب کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے ہاں اعضاء کے افعال و غذائی خواص اور مادی اثرات و نفسیاتی کیفیات کے جسم پر اور ان کے باہمی تعلقات پائے ہی نہیں جاتے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مریض کی کسی علامت کو رفع کرنے سے خون کے اندر صحیح کیمیاوی ترتیب پیدا ہو سکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ادویات تو مادی کی بجائے روحانی خوراکوں میں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اس صورت میں مادی شے کے اضافہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ پھر خون میں تبدیلی کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے ایسے حالات میں قوت شفاء کا قائم کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہومیو پیتھی میں چند علامات کو رفع کرنے کے علاوہ کسی مزمن و پیچیدہ بلکہ حقیقی طور پر کسی مرض کا یقینی اور بے خطا علاج

نہیں ہے۔ زبانی زبانی کیور کمانڈ (قوت شفا) کا دعویٰ بے معنی ہے۔

ایلوپیتھی (فرنگی طب) اور ہومیوپیتھی (علاج بالمثل) کے علاوہ اور بھی چند چھوٹے موٹے علاج ہیں جن میں سے بایوکیمک۔ ہائیڈروپیتھی (پانی اور بھاپ سے علاج) الیکٹروپیتھی (بجلی سے علاج) کروموپیتھی (رنگوں سے علاج) فزیوپیتھی مالش واماله سے علاج) سائیکوپیتھی (تجزیہ نفس سے علاج) وغیرہ وغیرہ سب فرنگیوں کی پیداوار ہیں۔ ان سب میں قوت شفا کا نام نہیں ہے۔ اوّل تو ان کو طریق علاج کہنا ہی غلط ہے بلکہ طریق علاج کے نام کی ذلت ہے صرف چند علامات کو رفع کر دینے کا نام علاج نہیں ہو سکتا۔ جیسے بعض لوگ فاقہ کرنے کو علاج کہتے ہیں۔ موسیقی کو علاج کرنے میں شامل کرتے ہیں۔ مذہبی کتب و آیات اور مذہبی عبادتوں اور منتر کو روحانی علاج کا درجہ دیتے ہیں۔ اسی طرح تعویز گنڈا اور جھاڑ پھونک کو بھی علاج میں شامل کر لیا گیا ہے یہ بھی علاج کی شان کے منافی ہیں اور نہ ہی ان میں اصول صحت ہیں اور نہ یہ قانون فطرت کے مطابق ہیں۔ ان میں قوت شفا کا پایا جانا ناممکن ہے۔ ہم نے قانون شفا بیان کر دیا ہے، ہر طریق علاج کو اس کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اگر کوئی قوت شفا کے اس قانون کے علاوہ کوئی اور قانون پیش کرے جس میں قوت شفا ہو تو ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں۔

اب آپ کے سامنے دو عدد ایسے طریق علاج پیش کرتا ہوں۔ جن کی بنیاد ہی قوت شفا پر رکھی گئی ہے۔ کوئی صاحب علم و اہل فن یا سائنس دان مندرجہ بالا قانون یا سائنس کے کسی قانون کے تحت ان کی اس قوت شفا کی خوبی کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ہماری تحقیق قوت شفا سے انکار کر سکتا ہے۔ یہ معجزہ ہماری تحقیقات نظریہ مفرد اعضاء کا ہے۔ جس

نے حق و باطل میں تمیز پیدا کر دی ہے

یہ دونوں طریق علاج جن کی بنیاد قوت شفاء پر رکھی گئی ہے اصولی اور مکمل ہیں۔ پہلا طریق علاج طب قدیم کا ہے جس میں صحت کی بنیاد اخلاط اور کیفیات کے اعتدال پر رکھی گئی ہے۔ یعنی جب تک ان کا اعتدال قائم نہیں رہتا صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ اس کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) ان میں کمی بیشی واقع ہو جائے (۲) ان کے مزاج میں خرابی اور نقص رونما ہو جائے (۳) ان کے اپنے مقام میں تبدیلی پیدا ہو جائے۔ یعنی خلط اپنے صحیح مقام سے اخراج پانے کی بجائے دیگر مقام پر چلی جائے۔ یہی صحت کا بنیادی یا ماہیت مرض طب قدیم کا بنیادی قانون ہے۔ جو قانون فطرت کے تحت عمل کرتا ہے۔ یعنی جب تک اخلاط (خون و بلغم اور صفراء و سوداء) اور کیفیات (گرمی و سردی اور تری و خشکی) اعتدال پر ہیں۔ کوئی مرض پیدا نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی مرض ہو تو جسم میں ان کا اعتدال قائم کر دیا جائے تو مرض فوراً رفع ہو جائے گا۔ یہی قوت شفا ہے۔

دوسرا طریقہ علاج ایورویدک کا ہے۔ اس میں صحت کی بنیاد بھی دوشوں (صالح اخلاط) اور پرکرتی (کیفیات) پر رکھی گئی ہے۔ اس کا بھی صحت سے متعلق یہی قانون ہے کہ جب یہ دوشس اور پرکرتی اعتدال کے ساتھ قائم رہیں تو صحت قائم رہتی ہے۔ اور جب ان کا اعتدال بگڑ جاتا ہے تو اس حالت کا نام مرض قرار دیا جاتا ہے۔ جس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) ان میں کمی بیشی واقع ہو جائے (۲) ان کے مزاج میں خرابی اور نقص واقع ہو جائے (۳) ان کے اپنے مقام اخراج میں تبدیلی پیدا ہو جائے۔ ایورویدک میں بھی یہی صحت کا بنیادی قانون ہے اور یہی ان کے ماہیت مرض کی بنیاد ہے۔ طب قدیم اور

ایورویدک کے اخلاط اور دوشوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ طب قدیم اخلاط کو چار تسلیم کرتی ہے اور ایورویدک دوشوں کو تین تسلیم کرتی ہے جن کو وات (وایو سے ہے معنی ہوا) پت (صفرا) کف (بلغم) کہتے ہیں۔ وہ خون کو بھی تسلیم کرتی ہے جس کو رکت کہتے ہیں۔ لیکن اس کو دوشس میں شامل نہیں کرتے البتہ خون کی کیمیاوی خرابی ونقص اور تغیر وتبدیلی میں دوشوں اور پرکرتی کو ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں۔ گویا عملاً چاروں کو اکٹھا ہی شمار کرتے ہیں۔ یہ کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف خون کے کیمیاوی تغیر وتبدیلی کو سمجھنے کے لئے ایسی تقسیم کی گئی ہے۔ حقیقت میں کیمیاوی تغیر وتبدیلی کی صورتیں وہی چار ہیں جن پر صحت قائم ہے اور یہی قانون قوت شفا ہے۔

آخر میں اس مسلمہ حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ صحت کی حفاظت کے لئے جسم میں ایک قوت ہوتی ہے۔ جو ان تمام اثرات کا مقابلہ کرتی رہتی ہے جو جسم کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ ان اثرات میں نفسیاتی وکیفیاتی اور مادی وجراثیمی اثرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جب تک یہ قوت قائم رہے۔ صحت قائم رہتی ہے۔ جب یہ قوت کمزور ہو جاتی ہے تو کوئی مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اس قوت کا نام مدافعت ہے جس کو ایلوپیتھی میں امیونٹی۔ ہومیوپیتھی میں وائٹل فورس۔ ایورویدک میں من۔ علم نفسیات نفس ناطقہ اور ادبی زندگی میں اس کو مائنڈ کہتے ہیں۔ اس کا مقام بھی جسم میں خون ہی تسلیم کیا گیا ہے طب قدیم نے اس کو طبی روح کہا ہے جو اخلاط کے لطیف بخارات سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی جسم کی حفاظت کرتی ہے۔ ماڈرن میڈیکل سائنس نے تسلیم کیا ہے کہ خون میں سالڈ ولیکوئڈ (ٹھوس ومحلول) مادوں کے علاوہ گیسیں (ریاحات) بھی اس کے اجزاء ہیں جن میں آکسیجن وکاربن اور ہائیڈروجن و

نائٹروجن وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اور جب ان کے کیمیاوی تناسب میں فرق پڑ جاتا ہے تو صحت کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے۔ ہم روز مرہ زندگی میں بھی عام طور پر ایک دوسرے سے یہی دریافت کرتے رہتے ہیں" آپ کا مزاج کیسا ہے؟ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ یہ اسی صحت کے توازن کا ہی ذکر ہوتا ہے جو کیمیاوی تناسب سے ہی قوّت مدافعت قائم رکھتی ہے۔ بس جس قانون کے تحت یہ قوّت صحت کو قائم رکھتی ہے۔ اسی کا نام قانون قوّت شفا ہے۔ اسی سے حقیقی شفا پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ اخلاط یا خون اور اس کے دیگر اجزاء ہی جسم و اعضاء خصوصاً مفرد اعضاء کی غذا بنتے ہیں۔ بلکہ مفرد اعضاء مجسم اخلاط ہیں۔

بس مفرد اعضاء (انسجہ ٹشوز) کے افعال کے اعتدال ہی سے قوت شفا کا قانون عمل میں رہ سکتا ہے۔ صرف طب قدیم اور ایور ویدک ہی ایسے طریق علاج ہیں جنہوں نے غذا کے ہضم سے لے کر اخلاط یا خون اور اس کے دیگر اجزاء کے بننے تک پھر ان سے ہی مفرد اعضاء مجسم ہوتے ہیں۔ جن کو ماڈرن میڈیکل سائنس میں ٹشوز (انسجہ) کہتے ہیں اور یہ ٹشوز (انسجہ) جسم کے ابتدائی حیوانی ذرات سے تیار ہوتے ہیں جن کو خلیات (سیلو) کہتے ہیں۔ جس کا واحد خلیہ (سیل) ہے بس یاد رکھیں کہ اسی حیوانی ذرہ کا اعتدال عمل قانون شفا کی اوّلین اکائی ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ اخلاط اور خلیات دونوں کیمیاوی اور مشینی طور پر زندگی اور صحت کو قائم رکھتے ہیں۔ صرف کسی ایک علامت کو رفع کر دینے سے کبھی صحت قائم نہیں رہ سکتی ہے۔ بلکہ قانون قوّت شفا پر پوری طرح عبور حاصل کر لینے اور اس پر قابو پا لینے سے مکمل شفا کاملہ پیدا ہو سکتا ہے۔

بڑھاپے کے تغیرات

بڑھاپے کو جب تک پورے طور پر ذہن نشین نہ کر لیا جائے اُس وقت تک یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ بڑھاپا قابل علاج ہے یا نہیں۔ بڑھاپا جب ہی پورے طور پر ذہن نشین ہو سکتا ہے جب اس کا پوری طرح اندرونی اور بیرونی طور پر تجزیہ کیا جائے یہ تجزیہ وہ تغیرات ہیں جو بڑھاپے میں اندرونی اور بیرونی طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ انہی تغیرات سے ہم ان حقائق کو ذہن نشین کر سکیں گے جن سے بڑھاپا انسانی جسم میں داخل ہوتا ہے اور ان کی وہ تمام صحت و قوّت اور جوش و جذبات کو ختم کر کے خود قابض ہو جاتا ہے۔

بڑھاپے کے بیرونی تغیرات

اگر ایک بوڑھے انسان کو غور سے دیکھا جائے تو ظاہری طور پر قدوبت اور بناوٹ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا البتہ اس کے سر و چہرے اور جسم کے بال سفید ہوتے ہیں چہرے اور جسم پر جھریاں پائی جاتی ہیں۔ بینائی و شنوائی اور گویائی کمزور ہوتی ہے۔ کچھ کمر جھک گئی ہوتی ہے۔ حرکات جسم میں مشکلات چلنے پھرنے میں بوجھ اور دقت کے ساتھ سلامت روی پائی جاتی ہے۔ ہر قول و فعل میں جوش و جذبات میں تیزی کے بجائے سلامت پسندی نظر آتی ہے۔ غرض ایک ظاہری تغیر نظر آتا ہے۔ جو نوجوان انسان میں بالکل نہیں پایا جاتا۔ اگر یہ تغیر کسی بوڑھے انسان میں ختم ہو جائے تو وہ بھی پہلے جیسا جوان بن جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی تغیر ہی مشکل نظر آتا ہے۔ اگر اس تغیر پر قابو پا لیا جائے تو یقیناً بڑھاپا قابل علاج ہے۔ اس تغیر کا اس وقت تک پورے طور پر علم نہیں ہو سکتا جب تک اندرونی تغیرات کا علم نہ ہو جو انسان کے اندر جسم اور خون میں پیدا ہوتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں وہ تغیرات جو مشینی طور پر اعضاء میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور کیمیاوی طور پر خون کے اندر پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ

انسان جسم اور خون کا بنا ہوا ہے اور انہی میں روح ہوتی ہے اور جذبات پیدا ہوتے ہیں اندرونی تغیرات اپنے اندر بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

بڑھاپے کے اندرونی تغیرات

غذا ہضم ہو جانے کے بعد خون بن جاتا ہے تو یہی خون دل سے جسم کی طرف دھکیلا جاتا ہے تاکہ جسم کی خوراک بن کر جزو بدن بنے۔ یہ خون دل کے سکڑنے اور پھیلنے سے پمپ کی طرح شریان میں پھیلتا جاتا ہے پھر دیگر شریانوں کے ذریعے تمام جسم میں پھیل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بال سے باریک شریانوں میں پہنچ جاتا ہے جن کو عروق شعریہ (کیپلریز) کہتے ہیں۔ یہاں سے یہ جسم پر شبنم کی شکل میں ترشح پاتا ہے جس کو جسم جذب کر کے جزو بدن بنا لیتا ہے۔ اور جسم میں جذب ہو جانے کے بعد جو رطوبت وہاں پر باقی بچ جاتی ہے۔ وہ پھر جذب ہو کر دل میں پہنچ جاتی ہے۔ تندرستی میں یہ سلسلہ قائم رہتا ہے۔ دل جو خون روانہ کرتا ہے وہ جب ترشح پاتا ہے تو اس وقت وہ پہلے ان غدد سے گزرتا ہے جو عروق شعریہ کے سروں پر لگے ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ جب خون غدد میں داخل ہوتا ہے تو وہ ویسے ہی وہاں سے ترشح نہیں پاتا بلکہ وہاں پر خون میں تین کیمیاوی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔
(۱) خون میں حرارت سے پختگی پیدا ہوتی ہے (۲) خون میں صفائی ہوتی ہے جس خون میں پختگی پیدا نہیں ہوتی وہ وہاں سے واپس خون میں شریک ہو جاتا ہے (۳) جو خون پختہ ہو جاتا ہے وہ جسم پر ترشح پاتا ہے۔ بالکل وہی عمل جو جگر اور گردے انجام دیتے ہیں اور یہ غدد بھی ان کے ماتحت ہیں اس لئے ان کے مطابق اور ان کے ساتھ ساتھ ہی اپنے اعمال انجام دیتے ہیں۔ ان میں فرق یہ ہے کہ جس جس مقام اور جس جس عمل کے لئے ان کو مقرر کیا گیا ہے جیسے

جگر اپنی رطوبات میں صفراء بنا کر خارج کرتا ہے اور گردے پیشاب پیدا کر کے خارج کرتے ہیں یہی صورتیں بنقراس و غدد امعاء اور دیگر تمام جسم کے غدد انجام دیتے ہیں

جسم پر رطوبت ترشح ہو جانے کے بعد جو جذب ہو کر پسح جاتی ہے وہ وہاں سے غدد ہی کے ذریعے جذب ہو کر عروق جاذبہ کے ذریعے دل میں پہنچ کر خون میں مل جاتی ہے۔ یہاں پر بھی غدد جاذبہ مین کیمیاوی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) رطوبت میں خمیر پیدا ہوتا ہے اور وہ رطوبت جو کیمیاوی طور پر کھار (الکلی) ہوتی ہے تیزاب یا ترشی (الیسڈیٹی) میں تبدیل ہو جاتی ہے (۲) جس رطوبت میں ترشی پیدا نہیں ہوتی وہ وہاں قائم رہتی ہے اور وہاں پر اکٹھی ہوتی جاتی ہے (۳) جو رطوبت ترشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ وہ کیمیاوی طور پر عروق جاذبہ میں چلی جاتی ہے۔ پھر یہی ترشی جب جاکر خون میں شریک ہوتی ہے تو دل کے فعل میں انقباض پیدا کر کے اس کو تیز کر دیتی ہے۔ اس سے خون میں گاڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے دل کے انقباض کے ساتھ تمام جسم کے عضلات میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی عمل سے معدہ کے عضلات کی رطوبات جذب ہو کر وہاں کے اعصاب میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے جس سے بھوک لگتی ہے۔ عضلات کے اس انقباض سے نہ صرف معدہ کے اعضلات میں تیزی آجاتی ہے بلکہ تمام جسم کے اعضلات متاثر ہوتے ہیں۔ یہ دوران خون کا کیمیاوی عمل ہے۔

جوانی وصحت اور طاقت کی صورت میں دل بہت تیزی سے خون پھینکتا ہے اور جگر و گردے اور دیگر غدد اپنی قوت سے وہاں پر پختگی پیدا کرتے اور خارج کرتے ہیں۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین کر لیں کہ جو رطوبت اخراج پاتی

ہے وہ اس وقت تک اخراج نہیں پاتیں جب تک اعصاب میں تیزی اور طلب پیدا نہ ہو۔ اسی طرح غدد جاذبہ بہت اچھی طرح رطوبات کو جذب کرکے دل وخون میں شامل کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ غدد جاذبہ بالکل وہی کام کرتے ہیں جو طحال کرتی ہے بلکہ اس کے مطابق کرتے ہیں۔ فرق صرف مقام اور کام کا ہے جیسے کہ غدد کے بیان میں لکھا جاچکا ہے۔

جب تک یہ سلسلہ قائم رہتا ہے اس وقت تک جوانی وصحت اور قوت قائم رہتی ہے اس کے ساتھ ہی اعضائے رئیسہ و شریفہ اور خادمہ اپنی پوری قوت سے کام کرتے ہیں۔ لیکن جب مشینی یا کیمیاوی طور پر کسی مقام اور عمل میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہاں پر خرابی اور مرض پیدا ہو جاتا ہے جس سے جسم میں سوزش وسکون اور ضعف پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں جسم انسان کے اندرونی تغیرات بس یہیں سے بڑھاپے کی ابتدا ہوتی ہے اور اس کے اثرات اور علامات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

مشین میں تحریک

ہر قسم کی مشین چلنے اور چلانے میں کسی قسم کی تحریک لازمی امر ہے۔ یہ مشین ہاتھ سے چلنے والی ہوں جیسے چکی و چرخہ یا گھوڑے گدھے اور بیل اونٹ سے چلنے والی ہوں جیسے ٹانگے، ریڑھے، خراس اور گڈے یا تیل اور پیٹرول گیس وبجلی سے چلنے والی مشین وریل گاڑیاں اور کاریں و ہوائی جہاز وغیرہ کیلئے محرک لازمی ہیں۔ ان کے بغیر کوئی بھی مشین تو خود بخود نہیں چل سکتی، البتہ ان مشینوں کے چلنے سے بعض خود کار نظام کام کرتے ہیں، جیسے ریل گاڑی اور موٹر کار چلنے کے ساتھ ساتھ بجلی بھی پیدا ہوتی رہتی ہے جس سے ان میں روشنی کی جاتی ہے، بعض اوقات اسی بجلی سے ریل گاڑیاں اور موٹر کاریں

چلائی بھی جاتی ہیں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر مشین کے لئے ایک محرک کی ضرورت یقیناً لازمی ہے۔ اگر کسی مشین کی حرکت سے بجلی یا گیس پیدا کی جائے تو اس سے بھی خودکار تحریک کا کام لیا جاتا ہے۔ بعض مشینوں میں کئی کئی خودکار آلے لگے ہوتے ہیں جو مشینوں کے اندر ضرورت کے مطابق اپنے وقت پر کام کرتے ہیں۔ اگر ان میں نقص پیدا ہو جائے تو مشین خراب ہو جاتی ہے اور رک جاتی ہے۔ گویا کسی مشین کے لئے محرک کا ہونا قانونِ فطرت ہے۔

انسانی مشین میں تحریک

مشین چلانے میں کسی محرک کی طرح انسانی مشین کے لئے بھی لازماً ایک مؤثر محرک کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر اس محرک کے نہ تو انسان کی مشین کی ابتدا ہوتی ہے اور نہ ہی انسانی مشین کا تسلسل جاری رہتا ہے۔ اگر اس محرک کے عمل اور اثر میں کمی بیشی اور توڑ پھوڑ واقع ہو جائے تو اس حالت کو انسانی مشین کی خرابی کہتے ہیں جس کا نام مرض اور بیماری ہے اور اس کے عمل و اثر میں سستی و ضعف اور بگاڑ پیدا ہو جائے تو اس کا نام بڑھاپا ہے۔ عمل اور اثر میں کمی بیشی اور توڑ پھوڑ تو درست کی جاسکتی ہے، لیکن جب عمل و اثر کی پیدائش میں سستی و ضعف اور بگاڑ واقع ہو جائے تو اس کا درست کرنا انتہائی مشکل بلکہ آج تک ناممکن ہے، کیونکہ ان کی درستی کے لئے لازمی امر ہے کہ جو پرزہ گھس گیا ہے یا اس کو نیا لگایا جائے یا اس کو مکمل پورا (ویلڈ) کیا جائے۔ دونوں صورتیں کی تو جاسکتی ہیں، مگر دونوں صورتیں انتہائی مشکل ہیں۔ آج تک یہ دونوں کوشش کی گئی ہیں، لیکن یقینی کامیابی نہیں ہوئی، بلکہ بعض حالتوں میں نقصان زیادہ ہوا ہے۔

جہاں تک نئے اعضاء کے بدلنے کا تعلق ہے اس کے لئے بھی دو صورتیں ہیں، اوّل جسم میں ایسے پیوند لگائے جائیں کہ جن سے جوانی کی قوت پھر لوٹ آئے اور انسان کے سست و ضعیف اور بگڑے ہوئے پرزے (اعضاء) پھر درست ہو کر نئے ہو جائیں اور جوانوں کے اعضا کی طرح اپنا کام شروع کر دیں۔

پیوند کی صورت میں زیادہ تر انسان میں جوان انسان یا بندر اور دیگر حیوانات کے اعضاء کے پیوند لگائے گئے اور یہ پیوند زیادہ تر خصیوں اور دیگر جنسی اعضاء کے لگائے گئے۔ اس میں وقتی طور پر چند دنوں کے لئے کامیابی تو ہوئی مگر مکمل طور پر کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ اسی طرح اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ بوڑھوں میں جوان انسانوں یا بندروں اور دیگر حیوانوں کے اعضاء مکمل طور پر لگا دیئے جائیں۔

ایسے بہت سے تجربات کئے گئے ہیں۔ مگر مکمل اور یقینی کامیابی نہیں ہوئی البتہ بعض اعضاء جو تبدیل کئے گئے چند روز کام کرنے کے بعد ختم ہو گئے اور بعض چند ماہ تک کام دیتے رہے لیکن جسم کا ساتھ نہ دے سکے اور موت کا باعث بن گئے۔

یہ تصور تو صحیح ہے کہ زندگی کے لئے دیگر اعضاء کی نسبت دل کا مضبوط ہونا لازمی امر ہے، اگر انسان میں ضرورت کے مطابق دل بدل دیئے جائیں تو یقیناً انسان اگر ہمیشہ کے لئے نہیں تو دو چار سال تو ضرور زندہ رہ سکتا ہے۔ کیونکہ دل جسم انسان میں ایسا مرکزی عضو ہے۔ جو نہ صرف اپنی کثرت کار کی وجہ سے کمزور ہو جاتا ہے بلکہ جسم کے اندرونی اور بیرونی احساسات و ادراکات اور جذبات سے ہر گھڑی متاثر ہوتا رہتا ہے۔ تبدیل کرنے والے دل کو جوان اور مضبوط تو ضرور تلاش کیا جاتا ہے۔ مگر نظریہ مفرد اعضاء

کے تحت صرف دل کا مضبوط ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس پر جو دو پردے لگے ہوتے ہیں جن میں سے ایک اعصابی ہوتا ہے اور دوسرا غذی ہوتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک پردہ بھی کمزور ہوگا تو بھی دل کمزور ہوگا اور پوری طرح کام نہیں کرے گا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اعصاب جسم میں نہ صرف احساس کا کام کرتے ہیں بلکہ جسم میں جوڑ کا کام بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح جسم میں غدد غذا کے ساتھ حرارت بھی پہنچاتے ہیں۔ اس لئے مکمل دل کا مضبوط ہونا ضروری ہے

تحریک زندگی

انسانی زندگی کی ابتدا نطفہ سے ہوتی ہے جس میں زندہ کرم ہوتے ہیں جن کو کرم منی کہتے ہیں۔

وہ عورت کے جنسی عضو میں داخل ہوکر وہاں گردش کرتا ہے۔ جلد یا بدیر اس کا ملاپ عورت کی جنسی رطوبت سے ہوتا ہے جس میں ننھے ننھے بیضے ہوتے ہیں جن کو بیضہ انثی کہتے ہیں۔ جب کرم منی کا ملاپ بیضہ انثی سے ہوتا ہے تو کرم کا سر بیضہ انثی میں داخل ہو جاتا ہے، اس طرح وہ زندگی کی اولین تحریک کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیضہ انثی میں نشوونما اور ارتقا شروع ہو جاتا ہے۔

تقسیم تخم انسان

مرد اور عورت کے اجزائے تناسلی یعنی تخم انسان (کرم منی) اور عورت کا انڈا بیضہ انثی صرف ایک ایک سیل یا خلیہ کے بنے ہوتے ہیں۔ چونکہ ہر نباتات یا حیوانات کا جسم پہلے ایک ذرہ یا خلیہ سے بننا شروع ہوتا ہے۔ اس لئے انسان بھی ایک ہی خلیہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جب نطفہ قرار پا جاتا ہے یا حمل ٹھہر جاتا ہے تو اس میں ساتھ ہی کئی تبدیلیاں ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

پہلے غلاف کے اندر ہی انڈا اس کی زردی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ پھر دو سے چار اور چار سے آٹھ حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے جن کے باہم ملنے سے ایک دانہ دار خوشہ مثل دانہ شہتوت کے بن جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ یہ خوشہ پھولنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر حلقہ بن کر ذیل کے تین طبقات میں تقسیم ہو جاتا ہے، پہلا بیرونی طبقہ کہلاتا ہے، دوسرا درمیانی طبقہ کہلاتا ہے اور تیسرا اندرونی طبقہ کہلاتا ہے، ان تینوں طبقوں میں انسانی جسم تقسیم ہو جاتا ہے۔ (۱) بیرونی طبقہ سے زیادہ تر دماغ حرام مغز۔ جلد۔ اعصابی جھلی۔ الات حواس خمسہ اور تمام جسم کے اعصاب بنتے ہیں (۲) درمیانی طبقہ سے گردے و جگر اور لبلبہ و دیگر غدد وغیرہ اور تمام جسم کے غشائے مخاطی اور جلد کا کچھ حصّہ وغیرہ بنتا ہے (۳) اندرونی طبقہ سے عضلات و عروق اور ساتھ ہی ساتھ الحاقی مادہ اور اس سے ہڈیاں وکریاں اور بال و ناخن وغیرہ بنتے ہیں۔ اس طرح حلقہ (جونک) جنین بن جاتا ہے اور مکمل بچّہ بن کر ماں کے پیٹ سے اخراج پا جاتا ہے جو اکثر نو ماہ بعد پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ انسان کے جسم کی ابتدا الحاقی مادہ سے ہوتی ہے۔ پھر وہ ترقی کر کے عضلاتی واعصابی اور غدی مادوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

زندگی کی ابتدا

مفرد اعضا کا ہر ذرہ اپنے اندر زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات رکھتا ہے، اس کو خلیہ یا کیسہ کہتے ہیں، ان خلیات کے مجموعہ کا نام نسیج ہے۔ یہی مفرد اعضاء کی ابتدا ہے۔ گویا ہر مفرد عضو اپنے اندر لاکھوں اور کروڑوں زندہ ذرات رکھتا ہے، جن میں تغذیہ و تصفیہ اور تسنیم و تنمیہ کی تمام قوتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان سب کی پیدائش اس کرم منی سے ہوتی ہے جو مرد کے مادہ منویہ میں پیدا ہو کر جسم سے جدا ایک زندہ ذرا اور کیسہ بن جاتا ہے۔ گویا کرم منی ایک اولین ذرہ ہے جس میں زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات

ہیں جو انسان کے جسم سے جدا ہو کر تیار ہوتا ہے اور تخم کی حیثیت سے آئندہ انسانی زندگی کی ابتدا کرتا ہے۔ اسی طرح عورت کے مادہ منویہ سے بھی ایک زندہ ذرہ یا کیسہ تیار ہو کر جدا زندگی کا حامل ہوتا ہے اور اپنے اندر تخم کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر دونوں جدا جدا بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں، کیونکہ کرم منی کا کام تحریک دینا اور بیضہ انثیٰ کا کام تحریک حاصل کرنا ہے یا دوسرے الفاظ میں کرم منی کو اپنی نشو و ارتقاء کے لئے غذا کی ضرورت ہے اور بیضہ انثیٰ کا کام غذا مہیا کرنا ہے اور دونوں کے ملاپ سے انسان پیدا ہوتا ہے،

یہ سوال قابل ذکر ہے کہ کیا کرم منی میں پوری قابلیت ہے کہ وہ خود غذا اور ضروریات زندگی حاصل کر کے بغیر بیضہ انثیٰ کے مکمل انسان بن سکتا ہے یا بیضہ انثیٰ میں یہ پوری قابلیت ہے کہ وہ تحریک حاصل کرنے کے بعد بذات خود مکمل انسان بن سکتا ہے، یہ حقیقت ابھی تحقیق طلب ہے، البتہ آدم کی پیدائش اور عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں کرم اور بیضہ انثیٰ مناسب ماحول اور مناسب تحریک سے مکمل انسان بن سکتے ہیں۔ بہر حال یہ حقیقت یقینی ہے کہ زندگی کے لئے کسی تحریک کی ضرورت لازمی ہے۔ اور یہی صفت کرم منی میں ہے کہ وہ باعث تحریک ہے یا خود ہی مکمل انسان بن جاتا ہے، جہاں تک بچہ کی ملکیت کا سوال ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا باپ اس کا مالک ہے تو اہمیت کرم منی کو ملتی ہے اور جہاں تک وراثت کا تعلق ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ماں اور باپ دونوں کے اثرات بچے میں پائے جاتے ہیں تو بیضہ انثیٰ کو بھی کچھ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کرم منی کا بیضہ انثیٰ میں داخل ہو کر اسے باردار کرتا یہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ مرد کے مادہ تولید میں قوت عاقدہ اور عورت کے مادہ تولید میں قوت منعقدہ ہوتی ہے، مقام غور ہے کہ متعدمین اطبائے یونان کا یہ مشہور

و معتبر قول کس قدر صحیح ہے کہ آج صدیوں کی علمی تحقیقات کے بعد بھی اس پر مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہے کہ کرم منی انسانی زندگی کے لئے اوّلین محرک ہے اور اس کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا ذرّہ ہے جس میں زندگی کے ساتھ روح و حرارت اور رطوبت بھی ہے اور اسی کی روح ہی بیضہ انثیٰ میں باعث تحریک ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیضہ انثیٰ میں حرارت اور رطوبت تو ہے مگر محرک روح نہیں ہے جو کرم منی سے اثر انداز ہوتی ہے اور انسان اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔

محرکات زندگی

انسانی زندگی کا اوّلین محرک کرم منی ہے اور جب انسان کی پیدائش ہوتی ہے تو اس کے جسم کی مشین باقاعدہ کام کرتی ہے جس کے ساتھ غذا ہضم ہوتی ہے، خون بنتا ہے خرچ ہوتا ہے، صاف ہوتا ہے، سانس اندر جاتا ہے، باہر آتا ہے دودھ پانی اور دیگر محلولات پیتا ہے، رطوبات اور ادرارات کا اخراج ہوتا ہے، انسان بچپن سے جوانی اور پھر بڑھاپے کی طرف چلا جاتا ہے۔ ان افعال و اعمال سے پتہ چلتا ہے کہ اس مشین کو چلانے کے لئے ضرور کچھ محرکات کام کرتے ہیں۔ جن سے نہ صرف جسم انسانی کی مشین چلتی ہے بلکہ صحت اور قوت قائم رہتی ہے اور جب یہ محرکات کمزور یا ختم ہو جاتے ہیں تو انسان نہ صرف بیمار کمزور اور بوڑھا ہو جاتا ہے بلکہ اس کی زندگی بھی جلد ختم ہو جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ محرکات کیا ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محرکات کیمیاوی اعمال ہیں جو انسانی مشین کی خود کار صورت سے پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور پھر یہی کیمیاوی محرکات انسانی مشین کو چلاتے ہیں۔ جہاں تک انسانی مشین کا تعلق ہے، اس

یں ہمیں حیاتی اعضاء صرف تین نظر آتے ہیں۔ جن کو ہم اعضائے رئیسہ کہتے ہیں، جو دل و دماغ اور جگر کے نام سے مشہور ہیں، ظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں اعضائے رئیسہ خون کے اثرات و افعال سے زندہ اور حرکت میں ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ خون میں چند ایسے اجزاء بھی پائے جاتے ہیں جو دل و دماغ اور جگر کو حرکت میں رکھتے ہیں۔ اور اگر خون میں سے کسی ایک عضو رئیس کا محرک کم ہو جائے تو اس کی حرکت میں کمی آجاتی ہے کہ ان اعضائے رئیسہ کے محرکات کیمیاوی طور پر جسم میں تیار ہو کر ان کو عمل میں رکھتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ محرکات کیا ہیں؟

محرکات جسم انسان

دل عضلاتی عضو ہے۔ عضلات مفرد اعضاء میں شریک ہیں جن کی ترتیب زندہ النسجہ (ٹشوز) سے ہوتی ہے جس کا ہر ذرہ زندہ اور حیوانی خصوصیات کا حامل ہے۔ گویا دل کا ایک ایک ذرہ زندگی اور حرکت میں ہے۔ اس لئے دل میں فطرتی طور پر حرکت پائی جاتی ہے۔ دوسرے دل کو حرکت میں رکھنے کے لئے خون بھی ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تیسرے نسیم (آکسیجن) بھی اپنی تحریک سے دل کو حرکت میں رکھتی ہے۔ چوتھے نفسیاتی طور پر دل کا تعلق دو قسم کے جذبات کے ساتھ ہے۔ اوّل خوشی دوم غم۔ انسانی زندگی میں انہی دونوں جذبات کی کثرت ہے یعنی انسان کسی شے کے حصول سے خوش ہوتا ہے اور کسی چیز کے نہ ملنے سے اس کو غم ہوتا ہے اور جذبات ہمیشہ غیر شعوری طور پر رونما ہوتے ہیں۔ یہ دونوں جذبے بھی دل کو ہر گھڑی حرکت میں رکھتے ہیں۔ پانچویں بعض اغذیہ اور بعض ادویہ بھی دل کو خاص طور پر حرکت دینے کا سبب بنتی ہیں۔

چونکہ دل جسم انسان میں ایک اہم عضو ہے اور اس کے حرکت میں رہنے سے ہی انسانی جسم کی زندگی قائم ہے اس لئے دل کو حرکت میں رکھنے کیلئے یہ سب صورتیں اختیار کی گئی ہیں۔ ان صورتوں کے علاوہ کیمیاوی طور پر بھی ایک صورت ہے۔ وہ کیمیاوی رطوبات ہیں جو جسم میں بعض غدد کے کیمیاوی اعمال سے تیار ہو کر دل کو تحریک اور تقویت دیتی ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ کیمیاوی رطوبات اپنا عمل کم کر دیں تو نہ صرف دل کی حرکات میں کمی آجاتی ہے بلکہ وہ کمزور بھی ہو جاتا ہے۔ یہ کیمیاوی رطوبت اس مواد سے تیار ہوتی ہے۔ جو رطوبت خون سے

ترشح اور جذب ہونے کے بعد باقی بچتی ہے۔ پھر غدد جاذبہ سے جذب ہو کر وہاں ان میں ایک خاص قسم کا خمیر تیار ہوتا ہے۔ پھر یہی خمیر شدہ رطوبت عروق جاذبہ کے ذریعے دل میں گر کر اس کے خون میں شامل ہوتی ہے جس سے خاص طور پر دل میں حرکت اور تقویت پیدا ہوتی ہے۔ بار بار کے تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ اس رطوبت کی پیدائش میں کمی واقع ہو جائے تو نہ صرف دل کی حرکات اور طاقت میں کمی آجاتی ہے بلکہ بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کیمیاوی رطوبت کا جوانی کے ساتھ بہت بڑا دخل ہے۔ یہ کیمیاوی رطوبت کیا ہے اور جسم میں کیسے تیار ہوتی ہے اور اس کا اثر کس طرح ہوتا ہے اس کے متعلق آج تک کی معلومات درج ہیں۔ چونکہ یہ رطوبات غدد جاذبہ میں تیار ہوتی ہیں جن کا مرکز طحال ہے اس لئے پہلے ان کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

غدد جاذبہ

جسم میں جو رطوبات پڑی رہتی ہیں۔ ان کو جذب کرنے کے لئے خاص قسم کی گلٹیاں یہ افعال انجام دیتی ہیں جن کو غدد جاذبہ (لمفے ٹک گلینڈ) کہتے ہیں۔ یہ چھوٹی بڑی گلٹیاں ہیں جو عروق جاذبہ اور عروق کیلوسہ کی راہ میں سر سے پاؤں تک پائی جاتی ہیں یہ چپٹی، بیضوی یا گول ہوتی ہیں۔ ان کی رنگت کاٹنے پر خاکستری سرخی مائل ہوتی ہے ان غدد کے اندر منجذب لمف اور کیلوس آکر ایک تغیر حاصل کر کے خون میں ملنے کی قابلیت حاصل کر لیتے ہیں۔ عروق جاذبہ مختلف مقامات پر ان غدد جاذبہ کے درمیان سے گزرتی ہے۔ ہر ایک گلٹی کے اندر بے شمار خانے ہوتے ہیں اور جب عروق جاذبہ، ان غدد کے اندر داخل ہوتی ہیں تو وہ بہت باریک شاخوں میں

منقسم ہوجاتی ہیں جن کو عروق داخلہ کہتے ہیں اور پھر وہ باریک باریک شاخیں باہم مل کر ایک یا دو رہ جاتی ہیں جو غدہ یا گلٹی سے خارج ہو جاتی ہے۔ تب اس کو عروق خارجہ کہتے ہیں۔ پس عروق جاذبہ کی تمام رطوبت (لمف) ان غدد میں چھن کر نکلتی ہے اور خون میں جاکر ملتی ہے اور اگر اس میں کوئی موذی یا زہریلا مادہ موجود ہو تو وہ ان غدد یا گلٹیوں میں رہ جاتا ہے اور خون میں داخل نہیں ہونے پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب انگلی یا ہاتھ پر کوئی زخم آجاتا ہے تو اس میں زہریلا مادہ سرایت کر جاتا ہے اور عروق جاذبہ کے راستے وہ بازو کی طرف جاتا ہے تو بغل کے غدد جاذبہ اسے روک لیتے ہیں اور خون میں داخل نہیں ہونے دیتے جس کے سبب وہ خود تو متورم ہوکر دردناک ہو جاتے ہیں۔ لیکن سارے خون کو زہریلا نہیں ہونے دیتے۔ اسی طرح سوزاک یا آتشک میں یا مرض طاعون میں کنج ران کے غدد جاذبہ زہریلے مادہ کو اپنے اندر جذب کر کے متورم ہو جاتے ہیں جس کو عام طور پر بد کہا جاتا ہے۔

انہی غدد جاذبہ میں ہی دانہائے لمف (لمفوسائٹ) بنتے ہیں۔ جو درحقیقت سفید دانہائے خون (ڈیوکوسائٹ) ہوتے ہیں جن عروق میں یہ فعل انجام پاتا ہے انہیں عروق جاذبہ کہتے ہیں اس لئے ان کا ذکر بھی ضروری ہے۔

عروق جاذبہ

انہیں عروق مصاصہ (ایب ساربنٹس) اور انگریزی میں لمفے ٹکس کہتے ہیں۔ یہ اس آبی رطوبت (لمف۔ رطوبت طلیہ) کو جذب کر کے خون میں شامل کر دیتے ہیں جو جسمانی ساختوں پر خون سے ترشح پاتی ہے جہاں یہ رطوبت

ترشح پاتی ہے۔ وہاں پہلے بال سے باریک عروق جاذبہ بنتی ہیں جن کو عربی میں مرابص اور انگریزی میں لمفے ٹک کیپلریز کہتے ہیں۔ پھر ان سے رفتہ رفتہ ذرا بڑے عروق یا نالیاں بن جاتی ہیں۔ جنہیں طب میں رواضع دسواقی اور جداول کہتے ہیں۔ اس قسم کی سب سے بڑی نالی کو طب میں مجریٰ صدر اور انگریزی میں تھورسیک ڈکٹ کہتے ہیں۔ عروق جاذبہ کی ساخت بھی مثل وریدوں کے ہوتی ہے اور وریدوں کی طرح ان میں بھی کواڑ ہوتے ہیں۔ بلکہ کواڑوں کی کثرت کی وجہ سے ان کی شکل تسبیح کے دانوں کی طرح گرہ دار ہوتی ہے۔

رطوبت جاذبہ اور رطوبت مترشح

یہ بتایا جا چکا ہے۔ کہ خون جب دورہ کرتا ہوا عروق شعریہ میں پہنچتا ہے تو آب خون (پلازما) ان عروق سے تراوش پاکر اعضاء کی ساختوں (ٹشوز) میں بھر جاتا ہے اور انہیں سیراب و پرورش کرتا ہے۔ پھر ان کا حصہ بن جاتا ہے اس کو رطوبت طلیہ (شبنم) کہتے ہیں۔ یہ خون سے مترشح رطوبت (سیکریشن) ہے جو رطوبت پرورش سے بچ جاتی ہے وہ انہی عروق جاذبہ سے جذب ہوکر غدد میں جمع ہوتی ہے جہاں پر اس میں خمیر سے ایک تغیر پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ خمیر شدہ یا متغیر رطوبت واپس خون میں چلی جاتی ہے۔ پس عروق جاذبہ تمام جسم سے اسی کو جذب کرتے ہیں۔ اس کو رطوبت جاذبہ اور انگریزی میں لمف کہتے ہیں۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب نے رطوبت مترشح اور رطوبت جاذبہ کو ایک ہی قسم کی رطوبت قرار دیا

ہے ۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے ۔ جاننا چاہیے کہ رطوبت مترشح اس رطوبت کا نام ہے جو خون سے نزادش پاتی ہے ۔ جیسے طب میں رطوبت طلیہ کہتے ہیں جو شبنم کی صورت میں ہوتی ہے ۔ گویا یہ ایک قسم کی سیکریشن ہے ۔ اس میں خون کے تمام اوصاف پائے جاتے ہیں ۔ اس کو بلازمہ کہنا صحیح ہے ۔ اسکو لمف (رطوبت جاذبہ) کہنا درست نہیں ہے ۔ لمف ایک قسم کی ایسی صورت ہے جس میں خون کے غذائی اجزا جذب ہو کر جسم کا حصّہ بن گئے ہیں اور جو باقی بچ گیا ہے وہ صرف پانی ہے جس میں اجزائے لحمیہ (پروٹینز) اور دیگر غذائی اجزا ختم ہو گئے ہیں ۔ لمف کے لغوی معنی بھی پانی کے ہیں ۔ اس کا رنگ بھی سفید یا قدرے زردی مائل ہوتا ہے ۔ اس کے مزے میں کھاری پن ہوتا ہے ۔ اس میں ترشی نہیں ہوتی ۔ البتہ مترشح رطوبت (سیکریشن) میں تمام غذائی اجزا کے ساتھ ترشی بھی پائی جاتی ہے اور اس میں سرخ و سفید خون کے ذرات بھی شریک ہوتے ہیں ۔ گویا رطوبت مترشح کے تمام اجزا جب ختم ہو جاتے ہیں تو وہ رطوبت جاذبہ بن جاتی ہے ۔

غدد جاذبہ کے افعال

غدد جاذبہ کے افعال بے حد پراسرار ہیں ۔ جوں جوں ان کے اسرار کھلتے جائیں گے صحت و قوت اور بڑھاپے کے راز معلوم ہوتے جائیں گے ۔ ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ :۔

۱۔ جو رطوبات خون سے ترشح ہو کر جسم پر گر کر جزو بدن بن جاتی ہیں اور باقی جو بچتی ہیں ان کو یہ غدد جذب کر کے پھر خون میں ملا دیتے ہیں ۔

۲۔ جب غدد وہ رطوبات جذب کر لیتے ہیں تو پھر ان میں ایک قسم

کا خمیر پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہی خمیر شدہ رطوبت یا خون میں شریک ہوتی ہے یا غذا میں شامل ہوتی ہے اور اس کے لئے کیمیاوی طور پر صحت و قوت اور جوانی کا باعث بنتی ہے۔

۳:۔ ہر غدد جاذبہ کے خمیر کا اثر جدا ہے مگر سب خمیروں میں ایک قدر مشترک ہے یعنی ان میں ترشی کا اثر ضرور پایا جاتا ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب کی تحقیق یہ ہے کہ ہر غدود کے اثرات جدا جدا ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے افعال بھی جدا جدا ہیں۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل نظام ہے جس کے تحت تمام غدد کام کرتے ہیں اور ان کا ایک مرکز ہے جو ایک بہت بڑا غدہ جاذبہ ہے جس کا نام طحال ہے۔ تمام غدد اس کے افعال کے مطابق اپنے افعال انجام دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کے اندر جو خمیر تیار ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات جدا جدا ہوتے ہیں۔ طحال کی تشریح اور افعال درج ذیل ہیں:۔

طحال کی تشریح

طحال ان غدد میں سب سے بڑا ہے جن میں کوئی نالی نہیں ہوتی۔ اور یہ غدد کیمیاوی طور پر جذب و دفع سے کام کرتے ہیں۔ طحال کو ان میں مرکزی حیثیت حاصل ہے مرکزی صورت یہ ہے کہ اس کے طریق عمل کے مطابق ہی تمام غدد جاذبہ اپنا عمل جاری رکھتے ہیں، گویا جسم کے دیگر نظاموں کی طرح ان کا بھی ایک نظام ہے۔ طحال شکل میں چپٹی، مستطیل، رنگت میں سرخ سیاہی مائل اور نرم و نازک ہوتی ہے۔ پیٹ کے بائیں طرف نیچے والی پسلیوں کے نیچے رہتی ہے۔ آبدار جھلی اس کو چاروں طرف ملفوف

کرتی ہے۔ اس جھلی کا ایک بند اس کو معدہ کے ساتھ ملاتا ہے۔ تندرست جوان آدمی میں طحال کا طول پانچ انچ، عرض تین یا چار انچ موٹائی ایک یا ڈیڑھ انچ اور وزن اڑھائی یا تین چھٹانک ہوتا ہے۔ اس کی بیرونی سطح محدب، صاف اور حجاب حاجز کے نیچے رہتی ہے، اندرونی سطح مقعر ہوتی ہے۔ جو بذریعہ ایک کھندانہ (نالی طحال، سترۃ الطحال ہالم) کے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس سطح میں معدہ کا ابھار۔ لبلبہ کا باریک سرا اور خمدار آنت کا خم ہوتا ہے۔ حالت صحت میں طلی پسلیوں کے نیچے محسوس نہیں ہو سکتی۔ مگر جب حالت مرض میں وہ بڑھ جاتی ہے اور بعض اوقات ناف اور پیرو تک پھیل جاتی ہے۔

طحال کے افعال

طحال کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ تمام غدد جاذبہ اس کے افعال کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ گویا غدد جاذبہ طحال کے تحت ایک نظام میں اپنے افعال جاری رکھتے ہیں۔

۲۔ طحال اور تمام غدد جاذبہ جسم کی وہ تمام رطوبت جذب کر لیتے ہیں جو جگر اور دیگر غدد ناکلا سے جسم پر ترشح پاتی ہے

۳۔ طحال اور دیگر تمام غدد جاذب شدہ رطوبت کو خمیر کے ذریعے پختہ کرتی ہے۔

۴۔ پرانے اور ناکارہ سرخ دانہ ہائے خون کو ضائع کرنے کا فرض انجام دیتی ہے۔

۵۔ نئے سفید دانہ ہائے خون بناتی ہے۔

۶۔ سرخ دانہ ہائے خون بھی بناتی ہے۔

۷۔ ایسا مواد تیار کرتی ہے جو خون میں غلظت اور ترشی پیدا کرتا ہے،

۸۔ خون میں فولاد و چونا پیدا کرتی ہے،
۹۔ خون کو طاقت دیتی ہے جو خون کے دباؤ کے سلسلہ میں مدد کرتی ہے۔
۱۰۔ دیگر غدد جاذبہ جیسے لبلبہ وغیرہ کے افعال میں مدد دیتی ہے

سودا طحال کے افعال سے جو مواد پیدا ہوتا ہے اس میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو سودائے طبعی میں پائی جاتی ہیں اگر طحال کو جسم سے خارج کر دیا جائے تو جسم میں طحال کے یہ اوصاف اور عمدہ سودا کی پیدائش ختم ہو جاتی ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ طحال اور سودائے خالص جسم میں کس قدر اہم فرائض انجام دیتے ہیں، اور ان کا صحت و طاقت اور جوانی کے قیام میں کتنا دخل ہے۔ اس لئے بڑھاپے کے علاج میں طحال اور غدد جاذبہ کے نظام کو مد نظر رکھنا کتنا لازمی اور اہم ہے۔

بڑھاپا اور خون یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک جسم میں صحیح مکمل خون کی پیدائش قائم رہتی ہے انسان میں شباب اور قوت قائم رہتی ہے، ہر نوجوان کا خون اس کی ایک زبردست دلیل ہے اور ایسے انسان جن کی عمر ساٹھ اور ستر سے زیادہ ہے اور وہ غیر معمولی صحت مند معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی صحت و جوانی اور قوت کا راز بھی جسم میں صحیح و مکمل خون کی پیدائش ہے۔ ظاہر میں جوانی اور بڑھاپے میں فرق ہوتا ہے مگر جسم و روح اور نفس و ذہن میں کوئی خاص تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر بڑھاپے میں جسم موٹا روح بیدار نفس کے جذبات میں شدت اور ذہن میں تیزی محسوس ہوتی ہے۔

لیکن جوانی کی قوت اور تیزی کی کمی کا احساس شدت سے ہوتا ہے۔ اس لئے بڑھاپے کے علاج میں خون کا مکمل تجزیہ لازمی ہے۔

علم وفن طب اور پیدائش خون

معدہ میں غذا ہضم ہونے کے بعد کیلوس کی صورت میں دل کی طرف جائے یا امعاء کی طرف گرے۔ یہ اس وقت تک بلغم یا خام خلط ہی کہلاتی ہے جب تک جگر میں جا کر اس میں پختگی پیدا نہ ہو۔ جب کیموس جگر میں جا کر طبخ حاصل کرتا ہے تو اس کی چار صورتیں بن جاتی ہیں۔ جو حصہ صحیح طور پر پختہ ہو جاتا ہے وہ (۱) خون بن جاتا ہے جو حصہ زیادہ پک جاتا ہے وہ (۲) صفراء بن جاتا ہے۔ جو جل جاتا ہے وہ (۳) سودا بن جاتا ہے اور جو خام رہ جاتا ہے وہ (۴) بلغم کہلاتا ہے۔

جب یہ چاروں اخلاط طبعی صورت میں ہوں تو جسم میں صحت کا قیام ہوتا ہے اور جب ان میں سے کسی خلط میں غیر طبعی صورت پیدا ہو جائے تو جسم میں کوئی مرض نمودار ہو جائے گا۔ گویا صحت کا دارومدار طبعی اخلاط پر ہے۔ لیکن بچپن وجوانی اور بڑھاپے میں جو اخلاط پیدا ہوتے ہیں ان کی مقدار وتناسب اور طبعی خصوصیت میں بہت فرق ہوتا ہے اور اگر کسی زمانے میں دوسرا مزاج قائم ہو جائے تو انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ اس لئے بڑھاپے کے علاج میں بچپن یا جوانی کا مزاج قائم کر دیا جائے تو یقیناً بڑھاپا دور ہونے کی بجائے جسم بیمار ہو جائے گا۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ بڑھاپا قابل علاج نہیں ہے۔

ایورویدک اگرچہ اعادہ شباب کا قائل ہے لیکن اس کے دوش وپرکرتیاں اور اخلاط ومزاج کی صورتیں بالکل علم وفن طب ہی کے

مطابق ہیں۔ اس لئے اس میں بڑھاپے کا علاج ناممکن نظر آتا ہے۔

ماڈرن سائنس اور پیدائش خون

ماڈرن سائنس اور فرنگی طب چار اخلاط کو تسلیم نہیں کرتی وہ صرف ایک خلط خون کو مانتی ہے وہ تسلیم کرتی ہے کہ خلاصہ غذا جو معدہ میں تیار ہوتا ہے جس کو کیموس کہتے ہیں اس کا ایک حصہ عروق لبنیہ کے ذریعے قلب میں چلا جاتا ہے۔ باقی ہضم ہو کر امعاء میں اتر جاتا ہے۔ وہاں ہضم ہو کر کیلوس کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں سفید دانہائے خون تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر یہی کیلوس جگر میں پہنچ کر سرخ رنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور خون بن جاتا ہے۔ یعنی یہی سفید دانے سرخ دانوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

خون بظاہر دیکھنے میں تو یکساں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر اسے بغور تیز نظری سے دیکھا جائے تو اس میں یہ دو قسم کے اجزاء نظر آتے ہیں (۱) خون کا پانی (۲) خون کے دانے یا ذرات لیکن خون کی ترکیب میں (۱) پانی (۲) اجزائے جامدہ اور (۳) اجزائے ہوائیہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ خون کے ایک سو حصوں میں اناسی حصے پانی اور اکیس حصے دیگر اجزائے جامدہ ہوتے ہیں اور باقی نو حصوں میں سے چھ حصے رطوبت زلالیہ (ایلبومن) اور رطوبت لیفیہ (فائبرین) اور تین حصے نمکین و روغنی اجزاء وغیرہ ہوتے ہیں۔ خون میں اجزائے ہوائیہ کی مقدار اس کے حجم کے نصف سے بھی قدرے زیادہ ہوتی ہے یعنی ایک سو مکعب انچ میں تقریباً ساٹھ مکعب انچ اجزائے ہوائیہ یعنی کاربانک ایسڈ گیس (ہوائے دخانی) آکسیجن النسیم اور نائٹروجن (ہوائے شورجیہ) ہوتے ہیں۔

اگر جسم انسانی کا کیمیاوی تجزیہ کیا جائے تو اس کی بناوٹ میں مندرجہ ذیل عناصر پائے جاتے ہیں:۔

(۱) آکسیجن (۲) ہائیڈروجن (۳) نائٹروجن (۴) کاربن (۵) فاسفورس (۶) سلفر (۷) کلورین (۸) فلورین (۹) آئرن (۱۰) کیلشیم (۱۱) سوڈیم (۱۲) پوٹاشیم (۱۳) میگنیشیم (۱۴) سلیکا۔ یہ تمام اجزاء مختلف تناسب میں پائے جاتے ہیں۔

جب ان عناصر کا توازن اور تناسب صحیح ہوتا ہے انسان تندرست ہوتا ہے اور جب توازن و تناسب بگڑ جاتا ہے تو انسان مریض ہو جاتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بچپن سے جوانی اور بڑھاپے تک صحت کی حالت میں انسانی جسم کے عناصر کا توازن اور تناسب ایک ہی رہتا ہے یا بچپن کا توازن اور تناسب جوانی اور بڑھاپے سے مختلف ہوتا ہے تو یقینی امر ہے کہ بڑھاپے میں بچپن اور جوانی میں توازن اور تناسب اس لئے قوت اور صحت کے بجائے مرض کا باعث ہوگا۔ اس لئے بڑھاپے کا علاج مشکل معلوم ہوتا ہے۔ البتہ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان چار اخلاط یا چودہ عناصر سے مرکب ہے اور انسانی خون کی تکمیل جگر میں ہوتی ہے۔ گویا جگر (جو غدد ناکلا کا مرکز ہے) طحال (جو غدد جاذبہ کا مرکز ہے) کی طرح خون کی تکمیل میں اہم افعال انجام دیتا ہے۔

جگر جسم کے تین اعضائے رئیسہ میں سے جگر بھی ایک عضو رئیس ہے اس لئے اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ یہ جسم میں غذا و حرارت اور قوت کا مرکز تسلیم کیا گیا ہے۔ جگر بھی طحال کی طرح ایک قسم کا غدہ یعنی گلٹی ہے لیکن یہ طحال بلکہ جسم انسان کے کل غدد کی نسبت بڑا ہے اور افعال کی حیثیت

ہے بھی طحال سے مختلف ہے۔ طحال غدہ جاذبہ اور غیر نالی دار غدہ ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اور جگر نالیدار غدہ ہے اور جسم کے تمام نالی دار غدد کا مرکز ہے حالت صحت میں جوان انسان کے جگر کا وزن ڈیڑھ دو سیر یا جسم کا چالیسواں حصّہ ہوتا ہے۔ اس کا طول دس سے بارہ انچ اور عرض چار سے سات انچ ہوتا ہے۔ جگر کی بالائی سطح محدب اور زیرین مقعر ہوتی ہے۔ زیریں سطح پر ایک لمبی درز جگر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے جن میں دایاں حصّہ بہ نسبت بائیں کے بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس پر دو عدد جھلیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک عضلاتی اور دوسری اعصابی ہوتی ہے۔ جگر کی رنگت سُرخی مائل بھوری ہوتی ہے۔

مقام جگر

جگر کا بہت سا حصّہ دائیں جانب پسلیوں کے نیچے معدہ کے اوپر ہوتا ہے۔ مگر اس کے بائیں لوتھڑے کا تھوڑا سا حصّہ بائیں جانب کے نیچے بھی رہتا ہے۔ جگر کی بالائی سطح حجاب حاجز کے نیچے رہتی ہے جس پر آبدار جھلی (یا رلیطون صفاق) لگی رہتی ہے۔ یہ سطح دیافرغما اور دیوار شکم سے متصل ہوتی ہے اور رباط معلق کے ذریعے دائیں اور بائیں دونوں واٹدیا لوتھڑوں میں منقسم ہوتی ہے زیریں سطح پر بھی سوائے ایک دو درزوں کے باقی سب پر آبدار جھلی لگی رہتی ہے۔ اس سطح کے نیچے معدہ بارہ انگشتی آنت اور دائیاں گردہ وغیرہ ہوتے ہیں

جگر بذریعہ پانچ بندیا رباطات کے اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ جگر میں پانچ ہی شگاف، پانچ ہی رواٹدیا لوتھڑے اور پانچ ہی قسم کے عروق ہوتے ہیں۔ جگر کے پانچ بندیا رباطات میں سے چار تو صفاق یا باریطون کے ہوتے ہیں۔ جگر پر صفاق کا مکمل غلاف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جگر پر خاص کبدی

غشاء بھی ہوتی ہے جو جگر پر براہ راست استر کرتی ہے۔ صفاق جگر کو دیگر احشاء سے ملانے کا ذریعہ ہے کیونکہ وہ تمام احشاء شکم پر استر کرتی ہے۔ جگر بغایت درجہ عروقی عضو ہے۔ جس میں تمام جسم کا چوتھائی حصہ خون سے بھرا رہتا ہے۔ جس وقت جگر میں خون کی مقدار زیادہ ہوتی ہے تو اس کا حجم بڑھ جاتا ہے اور مقدار کم ہو جاتی ہے تو وہ گھٹ جاتا ہے۔

جگر کی ساخت

جگر چونکہ ایک نالی دار غدہ ہے۔ اس کی ساخت بالکل نالی دار غدد کی طرح ہے غدد کی ساخت کی سادہ مثال خلیہ ہے جو رطوبت پیدا کر کے خارج کیا کرتا ہے۔ جگر اور دیگر نالی دار غدد کی ساخت قشری انسجہ (اپیتھیل ٹشوز) کی ساخت سے تیار ہوتی ہے اور غشائے مخاطی بھی اسی ساخت سے تیار ہوتی ہے۔ غدد میں عروق دمویہ کثرت سے ہوتی ہیں اور ان کا جال خلا مفردہ کے گرد بہت زیادہ ہوتا ہے جب خون غدد کے قریب پہنچتا ہے۔ تو غدد اس خون سے اپنے مواد کو جذب کر لیتے ہیں اور اپنی ضرورت کی رطوبات بنا لیتے ہیں۔ اعصاب بھی غدد میں داخل ہوتے ہیں اور خلیات غدودیہ کے قریب پہنچ کر ختم ہوتے ہیں۔ یہی صورت جگر کی بھی ہے جس میں صفرا خلیات سے مترشح ہو کر جمع ہوتا رہتا ہے ان خلیات میں خون پہنچانے کی غرض سے جو شریانیں داخل ہوتی ہیں وہ لوتھڑوں کے باہر نہیں رہ جاتیں بلکہ ان لوتھڑوں سے گزر کر اندر ہی ختم ہوتی ہیں جو جگر کے مرکز میں واقع ہیں بالکل یہی صورت ہر غدد میں پائی جاتی ہے جن سے ان کا دوران خون قائم رہتا ہے۔

جگر کے افعال

جگر کو تغذیہ اور تنمیہ کا مرکز تسلیم کیا گیا ہے اور غدد کا مرکز ہونے کی وجہ سے انہی کے ذریعے جسم

کو غذا پہنچاتا ہے۔ اس کی غذا میں خون اور دیگر اجزاء جو جگر میں تیار ہوتے ہیں پہنچائے جاتے ہیں۔ جو کچھ بھی جگر تیار کرتا ہے وہ بھی اس کے افعال میں شمار ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

تولید دم جو غذا معدہ اور امعاء میں ہضم ہونے کے بعد جگر میں جاتی ہے وہ پختہ ہو کر خون (سرخ ذرات خون) بن جاتی ہے۔ جو زیادہ پختہ ہو جاتی ہے وہ صفراء بن جاتی ہے اور جو خام رہ جاتی ہے وہ بلغم کہلاتی ہے اور بلغم کا جو حصہ غلیظ بن جاتا ہے۔ اس کو سودائے طبعی (سفید ذرات خون) کہتے ہیں۔ اور یہ عمل مسلسل جاری رہتا ہے بلکہ جسم کے تمام نالی دار غدد میں بھی یہی سلسلہ جاری رہتا ہے بلکہ جسم کے تمام نالی دار غدد میں بھی یہی سلسلہ جاری رہتا ہے اور پھر خون غذا کے لئے جسم میں صرف ہوتا رہتا ہے۔

مولد صفراء جو غذائی محلول جگر میں زیادہ پختہ ہو جاتا ہے۔ وہ صفراء بن جاتا ہے صفراء ایک سیال رطوبت ہے جس میں لزوجیت ہوتی ہے۔ اس کی رنگت زرد سنہری مائل ہوتی ہے۔ اس کا ذائقہ بے حد تلخ ہوتا ہے۔ جب تیار ہو جاتا ہے تو ایک نالی کے ذریعے پتہ میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ پیدائش کے وقت پتلا ہوتا ہے اور پتہ میں اکٹھا ہو کر غلیظ بن جاتا ہے۔ پھر وہاں سے ایک نالی کے ذریعہ بارہ انگشتی آنت میں گرتا ہے صحت کی حالت میں ایک جوان آدمی میں چوبیس گھنٹے کے اندر نصف سے لے کر سوا سیر تک صفراء پیدا ہوتا ہے۔ مرارہ (پتہ) ناشپاتی کی شکل کی ایک تھیلی ہوتی ہے جو جگر کے دائیں حصے کی نچلی سطح پر اس کے کنارے پر لگی رہتی ہے۔ یہ تھیلی دو انچ لمبی اور ایک انچ چوڑی ہوتی ہے صفراء جسم میں مولد حرارت، دافع قبض، محلل مواد،

دافع تعفن اور شکر تیار کرتا ہے۔ اور قیام صحت کیلئے یہ ایک اہم جزو ہے اور دفی امراض کے لئے ایک لازمی شے ہے۔ خصوصاً ترشی و تیزابیت اور سوزش و ریاح کیلئے تریاق ہے۔

قیام جوانی و صحت اور طاقت کے لئے جگر بے حد اہم افعال انجام دیتا ہے۔ اس وقت تک نہ صرف صحت و طاقت قائم رہتی ہے۔ بلکہ جوانی قائم اور بال سیاہ رہتے ہیں۔ جو لوگ جگر کے افعال جب تک صحیح رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس وقت تک بڑھاپا قریب نہیں آتا۔ اس لئے جگر کے افعال کو درست رکھنا نہایت لازمی امر ہے۔

قیام شباب

انسانی زندگی میں شباب کے لئے ایک زمانہ مقرر ہے جو بچپن کے اختتام اور بڑھاپے کی ابتدا تک قائم رہتا ہے۔ لیکن ایک مقررہ زمانے تک یہ شباب اس صورت میں قائم رہتا ہے جب جسم میں جوانی کی طاقت قائم ہے اور طاقت اچھی صحت سے پیدا ہوتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جوانی تو رہی ایک طرف بعض لوگوں کی صحت بچپن ہی میں خراب ہو جاتی ہے اور جوانی بھر خراب رہتی ہے۔ بلکہ بچپن ہی میں بڑھاپے کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں جن میں سے خاص طور پر غیر معمولی دبلاپن رگاوں کا اندر دھنس جانا۔ بالوں کا سفید ہو جانا اور غیر معمولی کمزوری کا پیدا ہو جانا قابل ذکر ہیں۔ یعنی ضرورت کے مطابق جسمانی و ذہنی اور جنسی طاقتوں وغیرہ کا نہ ہونا۔ یعنی ایک قسم کا غیر طبعی بڑھاپا پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی معالج اس غیر طبعی بڑھاپے کو پھر سے شباب میں بدل دے تو یہ بھی علم و فن طب کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔

حقیقت میں یہی اعادہ شباب ہے کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ

بڑھاپا ایک فطری امر ہے اور انسان میں جس قدر بھی طاقت ہو بڑھاپا ضرور آئے گا۔ اور اگر بڑھاپے میں جوانی کی طاقت پیدا کرنے کی کوشش کی جائیگی تو جسم اس امر کا متحمل نہ ہو سکے گا اور اس طرح وہ بیمار ہو جائے گا اور پہلی قوت بھی قائم نہ رہ سکے گی۔

اعادہ شباب

تحقیقات سے یہ حقیقت روشن ہو گئی ہے کہ ہر عمر کیلئے ایک مزاج اور خون میں خاص قسم کے اجزاء کی ضرورت ہے۔ اگر اس عمر میں دوسری عمر کا مزاج اور اجزائے خون پیدا ہو جائیں تو اس عمر کا انسان یقیناً مریض ہو جاتا ہے۔

مثلاً اگر بچپن میں جوانی کا مزاج پیدا ہو جائے تو وہ بچپن بیمار ہو جائے گا یہی صورت جوانی اور بڑھاپے میں تبدیلی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر غیر طبعی بچپن و جوانی اور بڑھاپا پیدا ہو جائے تو اس کو اگر طبعی عمر میں بدل دیا جائے تو یہی صحیح معنوں میں اعادہ شباب ہو گا۔

یاد رکھیں کہ اس غیر طبعی بڑھاپے کو جوانی میں بدل دینا بھی کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ یہ طبعی دنیا کا ایک عظیم کارنامہ اور معجزہ ہے۔

جوانی اور قوت

ظاہری طور پر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوت کا تعلق جوانی کے ساتھ ہے لیکن حقیقت میں قوت کا تعلق اچھی صحت کے ساتھ ہے۔ البتہ اگر جوانی میں اچھی صحت قائم رہے تو واقعی جوانی قوت کا انتہائی زمانہ ہے لیکن اگر بڑھاپے میں بھی اچھی صحت کو قائم رکھا جائے تو نہ صرف قوت قائم رہتی ہے بلکہ لمبی عمر بھی پائی جا سکتی ہے۔ جہاں تک اچھی صحت کا تعلق ہے ہم نے ثابت کیا ہے کہ دل و دماغ کی تقویت کے ساتھ غدد ناکلا (جگر کے غدد) غدد غیر ناکلہ (طحال کے غدد جاذبہ) میں

جو خمیر تیار ہوتے ہیں وہ اپنی پوری طاقت میں تیار ہونے چاہئیں۔ یہ ایک ایسا خود کار نظام ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ اور معاون ہے کہ ایک دوسرے کے تعلق سے چلتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی خرابی سے رکتے ہیں یعنی دل کے صحیح عمل کے ساتھ اگر دوران خون جسم میں دوڑتا ہے تو ساتھ ہی غدد غیر ناکلا جسم کی رطوبات کو جذب و پختہ کر کے خون میں شامل کرتے ہیں۔

اسی طرح دماغ کے صحیح افعال کے ساتھ اعصاب میں احساس کی قوت دوڑتی رہتی ہے تو دوسری طرف غدد ناکلا کی رطوبات پختہ ہو کر جسم پر ترشح پا کر جسم کی غذا کا باعث بنتی ہیں۔ اس طرح قوت وصحت اور زندگی قائم رہتی ہے۔ طب قدیم نے چار اخلاط کے اعتدال و قوت اور درستگی پر صحت و قوت اور زندگی کا نظام قائم کیا ہے۔ بلغم کو خام خون بیان کیا ہے۔ جب تک یہ پختہ ہو کر خون نہ بنے جسم کی غذا اور قوت نہیں بن سکتا۔ خون جسم کی غذا اور قوت اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک اس میں صفراء کی حرارت (غدد ناکلا کی رطوبت) اور سودا کی قوت (غدد غیر ناکلا کی (رطوبت) کی قوت شریک نہ ہو۔

گویا جسم میں صفراء کی حرارت اور سودا کی قوت کے بغیر خون کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لئے جسم میں صحت اور طاقت کیلئے لازم ہے کہ صفراء اور سودا کی مناسب مقدار ہونی چاہیئے۔ یہی جوانی و قوت اور صحت و زندگی کا راز ہے۔

صفرا کے متعلق تو بہت تحقیقات ہو چکی ہے۔ لیکن ابھی تک بہت کچھ تحقیقات کرنے کی ضرورت ہے مثلاً جن لوگوں میں طبعی صفراء کی کافی مقدار موجود ہو ان کے بال سفید نہیں ہوتے، قبض، ہاضمہ کی خرابی

اور پٹھوں کی کمزوری وغیرہ وغیرہ وغیرہ نہیں ہوتے

لیکن جہاں تک سودا کا تعلق ہے فرنگی طب اس کو تسلیم نہیں کرتی اس لئے وہ اس کے متعلق کوئی تحقیقات نہیں کر سکی۔ لیکن بہت جلد وہ سودا۔ اور اس کی خوبیوں کو تسلیم کرلیں گے۔ اکثر اطباء کو بھی سوداء کے نام سے وحشت ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جسم انسان اور خون میں سب سے طاقت ور خلط طبعی سودا ہے۔ یہ سب غدد غیر ناکلا (غدد جاذبہ) کا مرکب ہے۔ اسی سے جسم اور خون میں سرخی پیدا ہوتی ہے اور اسی سے خون میں گاڑھا پن پیدا ہوتا ہے اور اسی سے دل کے فعل میں تیزی اور قوت پیدا ہوتی ہے

جن لوگوں میں طبعی سودا کی زیادتی ہوتی ہے۔ ان کو کبھی ذیابیطس نزلہ و زکام اور رعشہ جیسے خوفناک امراض وغیرہ پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس لئے قیام شباب اور صحت و طاقت اور تندرستی کے لئے طبعی صفراء کی طرح طبعی سودا کا ہونا بھی انتہائی ضروری ہے

"کیا بڑھاپا قابل علاج ہے" کا مضمون روزنامہ امروز کا یہ منظر "بڑھاپا" پڑھنے کے بعد شروع کیا تھا۔ جس پر ایک بڑھیا کی تصویر بھی تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ یہ تصویر ایک دس سالہ لڑکی کی ہے جس کو بڑھاپا آگیا۔ اس کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ اس کے گال اندر دھنس گئے ہیں اور چہرے پر جھریاں پڑ گئی ہیں کیا مرض قابل علاج ہے؟

ہم نے ماہنامہ رجسٹرڈ لیشن فرنٹ میں اپنے مضامین کا سلسلہ شروع کر کے اپنی تحقیقات کو پیش کرنا شروع کر دیا۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ طبعی بڑھاپا قابل علاج نہیں ہے جو بہتر سال کے بعد شروع ہوتا ہے جوانی میں لگ

جائے یہ مرض ہے اس کا علاج مرض کی صورت میں ہونا چاہیئے اور یہ مرض یقیناً قابل علاج ہے۔ لیکن اس کے علاج کے لئے معالج کا ماہر ہونا ضروری ہے جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے وہ نہ اس مرض کے اسباب کو جانتی ہے اور نہ ہی اس کا علاج کر سکتی ہے۔ میرا یہ دعویٰ اپنے بینتالیس سال کے فنی تجربات و مشاہدات اور تحقیقات کی بنا پر ہے۔ میں نے نہ صرف ایسے ہزاروں مریضوں کو دیکھا ہے بلکہ کامیاب علاج کیا ہے۔ اس مرض کا کامیاب اور یقینی علاج درج ذیل ہے۔

اسباب

غذا کی بے اعتدالی۔ بار بار کھانا۔ بغیر بھوک کے کھانا کھانے کے بعد فوراً ہلکا یا سخت کام کرنا۔ پڑھنا۔ پیٹ کے بل لیٹنا۔ ورزش کرنا۔ جماع کرنا۔ تقریر کرنا یا کوئی ایسا کام کرنا جس سے دل (عضلات) کی حرکت تیز ہو جائے۔ تیز مصالحہ دار چٹ پٹی اغذیہ۔ اچار اور چٹنیاں کثرت سے کھانا۔ پانی کی بجائے بوتلیں (کوکا کولا) اور ترش مشروبات پینا۔ غذا میں پھل نہ کھانا۔ کھانے کے دوران پیاس لگے مگر پانی نہ پینا۔ خالی پیٹ پانی یا چائے وغیرہ پینا۔ کافی، کوکو اور چائے کثرت سے پینا۔ خالص گھی اور مکھن کی جگہ بناسپتی گھی کھانا۔ نیم پخت گوشت یا کثرت سے تکے کباب وغیرہ کھانا نفسیاتی اثرات میں غم کرنا، کوئی شدید نقصان اور صدمہ ہونا۔ کنجوسی کرنا، دوسروں سے نفرت کرنا۔ دوسروں کو دکھ دینا۔ ظلم کی کسی صورت کو اختیار کرنا وغیرہ وغیرہ سب اسباب قابل ذکر ہیں۔

علامات۔

جسم کا دبلا پتلا ہونا۔ چہرے پر رطوبت کا نہ ہونا، چہرے کا پچک جانا۔ گالوں کا اندر دھنس جانا، چہرے پر

جھریاں پڑ جانا۔ چہرے کی ہڈیوں کا نمایاں ہونا۔ نگاہ کمزور اور سماعت کا کم ہونا۔ اکثر نزلہ وزکام۔ دائمی قبض، پیٹ میں ریاح جلن اور بے چینی مرض کی زیادتی کی صورت میں پیٹ کے عضلات میں سوزش اور دبانے سے درد ہوتا ہے۔ انتہائی شدت کا درد اکثر رہتا ہے۔ پیٹ میں پھوڑا بن جانا۔ انتہائی حالت میں پیٹ کے عضلات میں سرطان (کینسر) پیدا ہو جاتا ہے۔ اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ صفراء کی پیدائش بند ہو جاتی ہے اور حرارت تقریباً ختم ہو جاتی ہے۔ جنسی امراض میں احتلام کی شدت اور مادہ منویہ کا ضائع ہو جانا۔ ہر وقت غم کی سی حالت دوسروں سے رفتہ رفتہ نفرت پیدا ہو جانا۔ بلکہ دکھ پہنچا کر لذت حاصل کرنا۔ کسی کو ایک پیسہ دینے کو دل نہ کرنا۔ انتہائی کنجوسی۔ اکثر چٹ پٹی اغذیہ واشیاء پسند کرنا اور کھانا اکثر ایسے لوگ مجرمانہ ذہنیت رکھتے ہیں ذہن وضمیر اور روح میں مذہب وقانون اور اخلاق کا احترام نہیں رہتا صرف اپنی خواہشات کے لئے تگ و دو کرنا اور زندہ رہنا پسند ہوتا ہے۔ ایسے مریضوں کا انجام گھل گھل کر مر جانا اور بعض صورتوں میں خودکشی اور مقابلوں میں مر جانا ہوتا ہے۔

علاج ایسے مریضوں کا علاج بڑی کوشش سے کرنا چاہیئے اور ان کے ساتھ بے حد ہمدردی کرنی چاہیئے۔ یہ بات ہر معالج کو جان لینی چاہیئے کہ وہ نہ مفتی ہے اور نہ جج کہ اس کے بداعمال کو خیال کرتے ہوئے اس کی پوری خدمت نہ کرے۔ ممکن ہے اس کے انتہائی اخلاقی سلوک سے اس کا ذہن درست ہو جائے ضمیر بدل جائے اور روح جاگ اٹھے اور باقی زندگی انسانی مقصد کیلئے دوسروں کی خدمت میں گذار دے بس یہی انسانیت ہے۔

تدابیری علاج مریض کو دیکھنے کے بعد اس کو اوّل ایک ایک علامت

بتائے۔ پھر اس کو یقین پیدا کر دے کہ وہ تمام مرض کو پورے طور پر جانتا ہے اور اس کو بہت جلد آرام ہو جائے گا۔ پھر مریض کی روزانہ زندگی و خیالات اور غذا میں تبدیلی پیدا کر دے۔ جب تک اس کی زندگی و خیالات اور غذا میں حسب منشا تبدیلی نہ ہو دوا نہ دیں اور اس بات کی کوشش کریں کہ مریض کی بھوک میں شدت پیدا ہو جائے۔

یاد رکھیں کہ صحیح بھوک یعنی غذا کی اصل طلب انسان کے ذہن و ضمیر اور روح کو صحیح راستہ پر ڈال دیتی ہے۔ یہی صحیح علاج کا تقاضا ہے۔ غلط بھوک صرف خواہش ہوتی ہے بھوک نہیں ہوتی۔ ہمیشہ بھوک اور خواہش کا فرق معلوم کرنا از حد ضروری ہے۔ مریض کی بھوک کو ہر وقت معلوم کرتے رہنا چاہیئے اور غذا کو روکتے رہنا چاہیئے۔ بھوک کا صحیح لگنا نصف علاج ہے اور صحیح غذا کا استعمال کرنا مکمل علاج اور صحت کا قیام ہے۔

غذا حیوانی اغذیہ میں بکری کا گوشت، مرغ کا گوشت، تیتر بٹیر و مرغابی کا گوشت، انڈے، بھیڑ بکری اور گائے کا دودھ میوہ جات میں چلغوزہ اور بادام۔ پھلوں میں آم کھجور، خوبانی، آلو بالو، شہتوت، انگور، امرود، خربوزہ، میٹھا، پپیتہ، سبزیوں میں میتھی کا ساگ وادرک، سبز مرچ لہسن، ٹنڈے، بھنڈی گاجر، حلوہ کدو، اناج میں گیہوں اور مونگ استعمال کرائیں۔

مفرد ادویات اجوائن، اسارون، افسنتین، انزروت، بادیان، بالنہ باؤبڑنگ، بکائن، بیدانجیر، پلاس پاپڑا، پودینہ، تلسی تیزپات، حب الملوک، رائی، رسوت، روغن زیتون، زیرہ سیاہ، سورنجاں سونٹھ، شہد اور گھی وغیرہ

مرکب ادویات ایک بار پھر یہ حقیقت ذہن نشین کرلیں کہ غیر طبعی بڑھاپا عضلات (قلب) میں سوزش کا نام ہے جس سے عضلات سکڑنا شروع ہوجاتے ہیں ۔ اعصاب میں ضعف اور جگر میں سکون سے حرارت ختم ہونا شروع ہوجاتی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ غدد میں تحریک شروع کردی جائے جو اغذیہ اور ادویہ غدی تحریک پیدا کرتی ہیں ۔ ان سے جگر میں حرارت پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے جس سے عضلات میں پھیلاؤ اور موٹاپا پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے اس مقصد کیلئے غدی عضلاتی اور غدی اعصابی دونوں ضرورت کے مطابق استعمال کئے جا سکتے ہیں ۔ ان کے علاوہ تحقیقات فارماکوپیا اور تحقیقات المجربات میں جو غدی اعصابی اور غدی عضلاتی نسخے درج ہیں دیئے جا سکتے ہیں ۔

اسراری روغن (غدی اعصابی) جمالگوٹہ ایک چھٹانک ، گھی خالص گائے ڈیڑھ سیر ، گھی کو آگ پر رکھیں اور اس میں جمالگوٹہ چھیل کر ڈال دیں ۔ جب جل کر کوئلہ ہوجائیں تو ان کو نکال کر پھینک دیں ۔ بس تیار ہے ۔ صبح و شام بعد از غذا ایک چمچہ (ٹی سپون) کے برابر استعمال کریں بے حد مفید ہے ۔

اعادہ شباب کیلئے مجربات

لڈو قیام شباب مغز اخروٹ ایک سیر ، پستہ ایک پاؤ ، کشمش سوا سیر
ترکیب :۔ پہلے مغز اخروٹ اور پستہ کو ملا کر باریک کرلیں پھر کشمش ڈال کر اس قدر ملائیں کہ یک جان ہوجائیں پھر ان کے لڈو بنا لیں ۔ خوراک : عام لڈوؤں کے برابر ہونی چاہیئے صبح ناشتہ میں ایک سے

تین لڈو دن تک کھائیں۔ اگر رات کو بھی چاہیں تو کھا سکتے ہیں۔

برفی شباب آور

بلادر ایک چھٹانک، نارجیل ڈیڑھ سیر
ترکیب: اول نارجیل کو باریک کدوکش میں باریک کریں (نارجیل کے لئے خاص کدوکش ہوتے ہیں) پھر نارجیل اور بلادر ملا کر خوب کوٹیں کہ یک جان ہوجائیں۔ تین سیر چینی کا گاڑھا قوام تیار کر کے نیچے اتار لیں اور کسی کھلے برتن میں پھیلادیں۔ پھر برفیاں کاٹ لیں۔
خوراک: ہر غذا کے درمیان ایک سے لیکر تین برفی تک کھا سکتے ہیں یہ دوا زیادہ تر ان لوگوں کے لئے ہے جن کے بال سفید ہو گئے ہوں۔

اطریفل شباب آور

بلادر ایک چھٹانک، ہلیلہ، بلیلہ اور آملہ ہر ایک آدھ چھٹانک۔ چینی تین سیر
ترکیب: بطریق اطریفل تیار کریں۔ خوراک: ۶ ماشہ سے ۲ تولہ تک دن میں دو تین بار استعمال کریں۔ اس میں یہ خوبی ہے کہ مقوی کے ساتھ ملین بھی ہے، دائمی نزلہ کا بھی یقینی علاج ہے۔

معجون شباب آور

کچلہ ایک تولہ، بابچی آٹھ تولے۔ حرمل سولہ تولے ہلیلہ سیاہ سوختہ پانچ چھٹانک شہد آدھ سیر چینی آدھ سیر معروف طریق پر معجون تیار کرلیں۔ خوراک، ایک ماشہ سے تین ماشہ

حب شباب آور

نیلا تھوتھا ۶ ماشے، سم الفار ایک ماشہ، شنگرف آٹھ تولے۔ کشتہ فولاد کسی طریق پر تیار کیا گیا ہو فیرم کارب بھی مفید ہے) ۱۶ تولے ایک درجن لیموں کے رس میں کھرل کریں جب گولی بنانے کے قابل ہوجائے تو بقدر نخود گولیاں تیار کرلیں۔ اگر گولیاں اچھی طرح نہ بنیں تو اور لیموں کا رس ڈال کر کھرل کریں گولیاں تیار ہوجائیں گی۔

خوراک: ایک گولی سے تین گولی تک

سفوف شباب آور

پارہ ایک تولہ ، گندھک ایک تولہ ورق طلا (۳ ماشہ) ترکیب: اوّل پارہ گندھک کی کجلی تیار کریں پھر ایک ایک ورق ڈال کر کھرل کریں۔ جب تمام ورق ختم ہو جائیں تو بس تیار ہے۔ خوراک: ایک رتی سے چار رتی تک پان میں ڈال کر کھا لیا کریں یا شہد میں ڈال کر چاٹ لیا کریں۔

اکسیر شباب آور

کشتہ سونا ۳ ماشہ ، عنبر ۳ ماشہ لونگ ۲ تولہ جاوتری ۲ تولہ ، خولنجاں ۴ تولہ ، مرّبہ زنجبیل دو چھٹانک۔ ترکیب: پہلے مرّبہ زنجبیل کو کوٹ پیس کر مثل حلوہ بنا لیں۔ پھر اس میں تمام ادوّیات کو پیس کر مثل حلوہ بنا لیں۔ پھر اس میں تمام ادوّیات کو باریک پیس کر اس میں شامل کر دیں۔ آخر میں کشتہ سونا اور عنبر شامل کر دیں خوراک ایک رتی سے چار رتی تک دیں۔

نوٹ :۔ اس نسخہ کا استعمال سرگودھا کے ایک نوجوان نے حکیم انقلابؒ کی ہدایت پر کیا تھا جس کے بال نوجوانی میں سفید ہو گئے تھے۔ پانچ چھ ماہ کے بعد اس کے بال بالکل سیاہ ہو گئے تھے۔ دوا کے ساتھ غذا بھی صفراوی مزاج کی کھانے کی ہدایت کی گئی۔ صبح مغز بادام ، مغز اخروٹ اور کھجور تینوں کو ملا کر دو تین چھٹانک تک کھا لینا۔ کبھی انڈا فرائی ، کبھی انڈے کا حلوہ جس میں بھنے چنے کا آٹا شامل کیا گیا ہو۔ دوپہر بکرے کا گوشت ، انڈے کا سالن۔ ساگ میتھی پالک وغیرہ شام کو کھجوریں۔ چھوہارے یا کشمش وغیرہ کا استعمال کرنا جوانی میں بڑھاپے کو شباب کی طرف لوٹانے کا ایک عملی تجربہ اور سچا واقعہ ہے جس پر عمل کر کے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

تریاق شباب آور کشتہ چاندی ایک تولہ، کستوری اصلی ۳ ماشہ زعفران اصلی ایک تولہ، شہد خالص ایک چھٹانک

ترکیب اوّل: زعفران کو باریک کر کے شہد میں ملالیں پھر اس میں کستوری اور کشتہ چاندی ملالیں۔ خوراک: چار رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ حریرہ بادام صبح و شام استعمال کریں اس میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ رطوبت غریزی پیدا کرتا ہے۔

اکسیر اعادہ شباب کشتہ الماس ایک ماشہ، کشتہ مرجان ایک تولہ کشتہ عقیق ایک تولہ

ترکیب: کشتہ جات کو آپس میں ملالیں مقدار خوراک ۲ چاول سے ایک رتی تک ہمراہ خمیرہ مروارید دن میں تین چار بار استعمال کریں۔

قانون مفرد اعضاء

"اخلاط جب مجسّم ہوتے ہیں تو مفرد اعضاء بن جاتے ہیں"

(قانون کلیات)

انہی مفرد اعضا کی ترکیب سے مرکّب اعضا اور مرکّب اعضاء کی ترکیب سے پھر تمام جسم انسان تیار ہوتا ہے گویا جسم انسان مرکب اعضا سے مرکب ہے۔ مرکّب اعضا مفرد اعضا سے مرکب ہیں۔ مفرد اعضا اخلاط سے بنتے ہیں۔ اخلاط عناصر سے اور عناصر ارکان سے پیدا ہوتے ہیں۔ ارکان مادہ کی ٹھوس، مائع، گیس اور نار چار صورتیں ہیں جو مادہ میں چار کیفیات گرمی، خشکی، تری اور سردی سے بن جاتی ہیں۔ یہ کیفیات جوہر کی ہیں جس سے مادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ قانون جوہر اور

مادہ سے اخذ کیا گیا ہے یعنی جوہر سے مادہ پیدا ہوتا ہے، مادہ سے ارکان۔ ارکان سے پھر کوئی عنصر پھر عناصر سے اخلاط اور اخلاط سے مفرد اعضاء بنتے ہیں جن کی ترکیب سے مرکب اعضا اور مرکب اعضا کی ترکیب سے پھر تمام جسم انسان تیار ہوتا ہے۔

جسم انسان کے مرکب اعضا مفرد اعضا کی بافتوں سے مل کر بنتے ہیں اور ہر بافت (نسیج) بے شمار زندہ حیوانی ذرات (سیلز) سے مرکب ہے۔ یہ حیوانی ذرات دراصل اخلاط سے بنتے ہیں۔ اخلاط چار ہیں اس لئے یہ حیوانی ذرّات (سیلز) بھی چار ہی اقسام کے ہوتے ہیں اور ان سے چار ہی اقسام کی بافتیں (انسجہ) بنتی ہیں جن کو ہم مفرد اعضا کہتے ہیں۔ گویا ہر مفرد عضو کی بافت یا نسیج کی بناوٹ میں اس کے ایک حیوانی ذرّہ سے لیکر اس کے عضو رئیس تک میں ایک ہی خلط کے حیوانی ذرّات (سیلز) ہوتے ہیں۔ جب کسی مفرد عضو کے ایک ذرہ کے افعال میں کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے تو اس کا اثر اس کی پوری نسیج (مفرد عضو) سے گزرتا ہوا اس کے عضو رئیس تک پہنچ جاتا ہے اور اسی طرح ایک عضو رئیس کی خرابی کا اثر اسکی متعلقہ نسیج (مفرد عضو) کے ذریعے اس کے حیوانی ذرّہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جس سے ان مفرد اعضاء کے افعال میں افراط و تفریط اور ضعف پیدا ہو کر امراض و علامات پیدا ہوتی ہیں۔ علاج کی صورت میں انہی مفرد اعضاء کے افعال کو درست کر دینے سے ایک حیوانی ذرّہ سے لیکر اس کے عضو رئیس تک کے افعال درست ہو جاتے ہیں۔ بس یہی قانون مفرد اعضاء ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جسم کی صحت اس کے اپنے مزاج کا صحیح رہنا ہے۔ جسم کی مرض اس کے مزاج کا بگڑ جانا ہے اور جسم کی موت اس کے مزاج کا باطل ہو جانا

ہے۔ گویا مرض صرف بگڑے ہوئے فعل کا ظہور رہے اور پیدائش مرض کا حقیقی سبب "تغیر افعال الاعضا" ہے جو بدن انسان کے مفرد اعضا میں ان کے مزاج کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے اس لئے مرض سؤ مزاج مفرد کے محل اور معروض بدن انسان کے مفرد اعضا ہیں مرکب اعضا نہیں ہیں۔ کیونکہ جسم انسان میں جو افعال انجام پاتے ہیں وہ مفرد اعضا کے ماتحت انجام پاتے ہیں۔ مرکب اعضاء کے تحت انجام نہیں پاتے مثلاً معدہ۔ مثانہ۔ سینہ۔ آنکھ۔ ناک اور کان وغیرہ یعنی یہ اور تمام دیگر اعضا جو افعال انجام دیتے ہیں اپنے ان مفرد اعضا کے ساتھ دیتے ہیں جن سے یہ مرکب ہیں۔ اس لئے امراض بھی انہیں مفرد اعضاء میں پیدا ہوتے ہیں نہ کہ مرکب عضو سارا کا سارا مریض بن جاتا ہے۔ مثلاً معدہ مرکب ہے اعصاب، غدد و عضلات سے جب وہ کسی مرض میں گرفتار ہوگا تو وہ تمام کا تمام مریض نہیں ہوگا بلکہ اس کا کوئی حصّہ مریض ہوگا یعنی معدہ کے اعصاب بیمار ہوں گے یا غدد یا عضلات پر مرض کا اثر ہوگا۔ علاج کی صورت میں بھی اس حصے کو مدّنظر رکھ کر دوائیں دی جاتی ہیں تو بہت جلد شفا ہو جاتی ہے معدہ اور دیگر مرکب اعضا میں جو مختلف قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کے مختلف مفرد اعضاء مرض میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اس لئے علاج میں بھی مرکب اعضا کی بجائے مفرد اعضا کو مدّنظر رکھنا ضروری ہے۔ اس سے تشخیص یقینی اور علاج بے حد آسان ہو جاتا ہے۔

جسم انسان کے سر سے لیکر پاؤں تک تمام اعضاء مفرد اعضا اعصاب، غدد و عضلات سے مرکب ہیں جیسے سر، آنکھ۔ ناک۔ کان۔ غذا اور ہوا کی نالیاں، سینہ، معدہ۔ انتڑیاں۔ مثانہ اور اعضائے مخصوصہ وغیرہ اور تمام کے تمام اعضائے رئیسہ حیاتی اعضا اور بنیادی اعضا سے مرکب ہیں یہ کوئی جدا قسم کی تخلیق یا بناوٹ نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان مرکب اعضا کے افعال اپنے

مختلف مفرد اعضا کی وجہ سے مختلف ہیں اور اپنے اپنے مراکز کے تابع ہیں، مثلاً معدہ کے اعصاب کا تعلق دماغ سے ہے اور معدہ کے عضلات کا تعلق دل سے ہے اور معدہ کے نالیدار غدد کا تعلق جگر سے اور غیر نالیدار غدد کا تعلق طحال سے ہے گویا اعصاب میں اگر تحریک ہو گی تو اس سے معدہ کا اعصابی حصہ بھی متاثر ہو گا اسی طرح اگر دل وجگر میں تحریکات ہونگی تو معدہ کے وہ حصے اپنی اپنی جگہ متاثر ہوں گے جن کا تعلق دل وجگر کے ساتھ ہے۔

ہم نے جسم انسان کو اس کے ایک حیوانی خلیہ سے لیکر اس کے عضو رئیس تک چار قسم کے مفرد اعضا میں تقسیم کر دیا ہے۔

ا:۔ اعصاب جن کا مرکز دماغ ہے عصبی خلیات سے بنتے ہیں، عصبی خلیات عصبی مادہ سے عصبی مادہ خون کے بلغمی عناصر کی خلط سے بنتا ہے، اعصاب کا کام احساس کرنا ہے۔

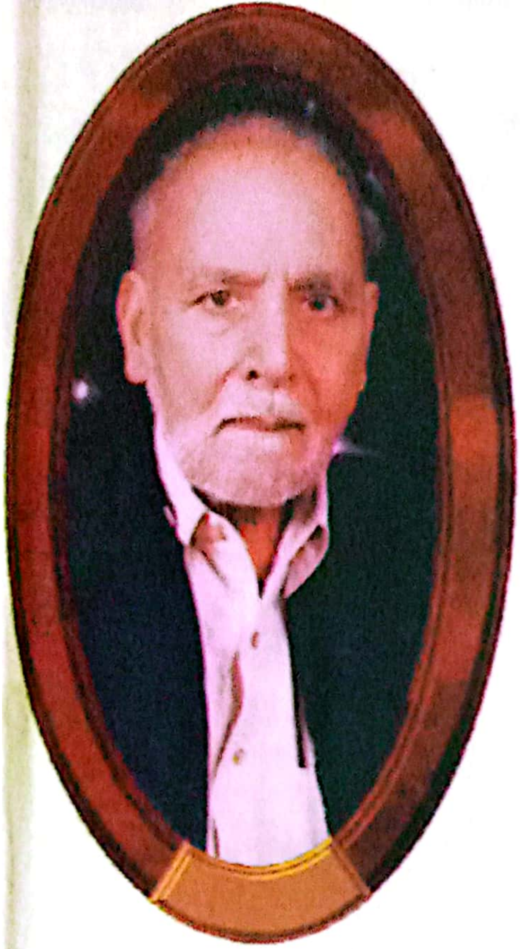
۲:۔ عضلات جن کا مرکز دل ہے عضلی خلیات سے بنتے ہیں، عضلی خلیات عضلی مادہ سے اور عضلی مادہ خون کے ریاحی عناصر کی خلط سے بنتا ہے عضلات کا کام حرکات کرنا ہے

۳:۔ غدد ناکلہ جن کا مرکز جگر ہے قشری خلیات سے بنتے ہیں، قشری خلیات قشری مادہ سے اور قشری مادہ خون کے صفراوی عناصر کی خلط سے بنتا ہے غدد ناکلہ کا کام ترشح کرنا ہے۔

۴:۔ غدد جاذبہ جن کا مرکز طحال ہے مخاطی خلیات سے بنتے ہیں۔ مخاطی خلیات مخاطی مادہ سے اور مخاطی مادہ خون کے سوداوی عناصر کی خلط سے بنتا ہے۔ غدد جاذبہ کا کام جذب کرنا ہے۔

خون عناصر کے ان چار اخلاط سے مرکب ہے جو دوران خون کے ذریعے

ان چار اقسام کے مفرد اعضا کی غذا بنتے ہیں۔ یہ تقسیم دوران خون کی گردش کے بالکل مطابق ہے جو دل عضلات سے شروع ہو کر جگر (غدد ناکلہ) سے گزرتے ہوئے دماغ (اعصاب) کے زیر اثر تمام جسم پر رطوبات کو بکھیر دیتی ہے پھر طحال (غدد جاذبہ) کے ذریعے وہ رطوبت جذب ہو کر دل (عضلات) میں شامل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا خود کار نظام ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ اور معاون ہے کہ ایک دوسرے کے تعلق سے چلتے ہیں اور ایک دوسرے کی خرابی سے رکتے ہیں۔ یعنی دل کے صحیح عمل کے ساتھ اگر دوران خون جسم میں دوڑتا ہے تو ساتھ ہی غدد غیر ناکلہ جسم کی رطوبات کو جذب و پختہ کر کے خون میں شامل کرتے ہیں۔ اسی طرح دماغ کے صحیح افعال کے ساتھ اعصاب میں احساس کی قوت دوڑتی ہے تو دوسری طرف غدد ناکلہ کی رطوبات پختہ ہو کر جسم پر ترشح پا کر جسم کی غذا بنتی ہیں یعنی غدد ناکلہ اعصاب کی تیزی سے رطوبات کو ترشح کرتے ہیں اور عضلات کی تیزی سے رطوبات کو روکتے ہیں۔ لیکن غدد جاذبہ ان کے خلاف کام کرتے ہیں وہ اعصاب کی تیزی سے رطوبات کو روکتے ہیں۔ لیکن غدد جاذبہ ان کے خلاف کام کرتے ہیں وہ اعصاب کی تیزی سے رطوبات کو روکتے ہیں اور عضلات کی تیزی سے رطوبات کو گراتے ہیں۔ اب ذرا قدرت کی اس ترتیب کو دیکھیں کہ اعصاب جسم میں باہر کی طرف ہیں تاکہ ہر احساس کو سمجھیں۔ عضلات جسم کے اندر کی طرف ہیں۔ تاکہ باعث حرکت ہوں اور غدد دونوں کے درمیان ہیں تاکہ تغذیہ و تصفیہ کا باعث بنیں۔ ان چاروں کے عمل سے قوت وصحت اور زندگی قائم رہتی ہے۔

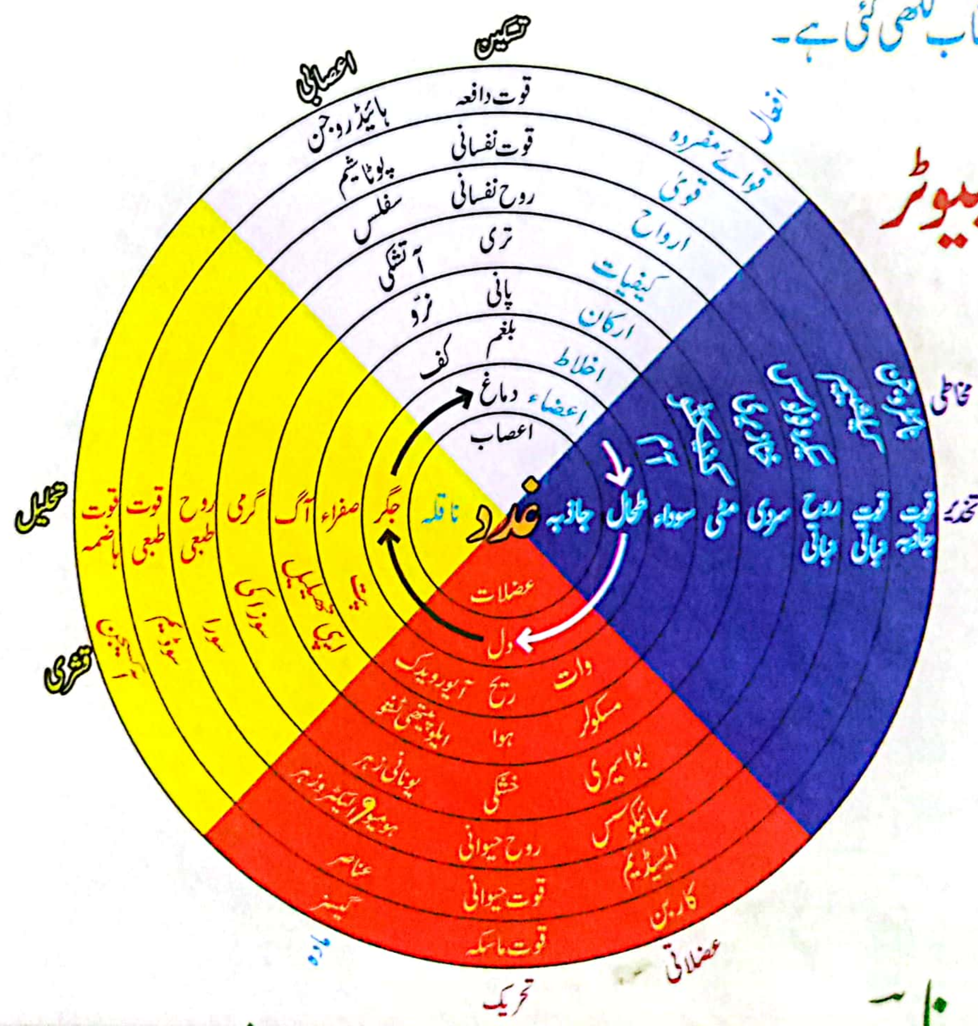


حکیم رحمت علی راحت

محقق قانون اربعہ طب مفرد اعضاء

حکیم رحمت علی راحت 1956ء میں حکیم انقلاب جناب دوست محمد صابر ملتانی علیہ الرحمہ کے تلامذہ میں شامل ہوئے اور کامل سولہ برس تک حکیم انقلابؒ کے ساتھ فن طب کی خدمت میں شریک رہے۔ آپ کے اس عملی شوق، لگن اور خدمت فن کو دیکھ کر حکیم انقلابؒ نے اپنی آخری کتاب ''تین انسانی زہر'' آپ کے نام معنون کی۔ نظریہ مفرد اعضاء میں بنیادی طور پر کئی تضادات تھے جن کو دور کرانے کیلئے آپ نے جناب صابر ملتانی صاحبؒ کی خدمت میں ان تضادات کو پیش کیا۔ حکیم انقلابؒ نے غور فرما کر اپنے آخری مضامین ''کیا بڑھاپا قابل علاج ہے؟'' میں ان تضادات کا حل لکھنا شروع کر دیا مگر افسوس کہ موت نے مہلت نہ دی۔ حکیم انقلابؒ کی وفات کے بعد آپ نے انہی خطوط پر تحقیق کی اور نظریہ کے تضادات کو دور کر کے طب مفرد اعضاء کو طب کے بنیادی قانون اربعہ پر مکمل کر دیا اسی کے تحت یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

طبی کمپیوٹر



اہتمام طباعت